سراب

عفت سحر پاشا

تیرے ہر لفظ میں ہے مہک
جیسے خوشبو ہو کھلے گلاب میں
تیری آنکھ میں ہے ایسی چمک
جیسے نیلے ستارے ہوں رات میں

"مثال! یار ایک گلاس پانی تو لادو۔"

اس نے ابھی چائے کا کپ لبوں سے لگایا ہی تھا کہ وصی کی طرف سے ملتجیانہ فرمائش آگئی۔ وہ تپ سی گئی۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے کہ جب میں چائے پی رہی ہوں تو مجھ سے کوئی کام مت لیا کرو اور یہ یار کسے کہا ہے تم نے؟"

"سوری سسٹر۔ اتنا اچھا میچ نہیں آرہا ہوتا تو کبھی تمہیں ڈسٹرب نہ کرتا۔" وصی نے معذرت خواہانہ انداز اپنایا تھا۔ اذعان صوفے سے ٹیک لگائے ٹانگیں دراز کئے ہوئے تھا' جبکہ وصی اس کی گود میں سر رکھے آڑا ترچھا لیٹا تھا۔ دونوں کی نظریں ٹی وی اسکرین پر چپکی ہوئی تھیں۔ جہاں شعیب ملک اپنی پہلی سینچری مکمل کرنے کو تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کپ رکھ کر اٹھی اور کچن میں چلی آئی۔ پانی کا گلاس بھرا اور آکر اس کی طرف بڑھایا اور ساتھ ہی طنز اُجتلا بھی دیا۔

"یہ لو۔ اور یاد رکھو' اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں عظمت ہوتی ہے۔"

"اور کسی کا کام کر کے جو نیکی ملتی ہے' اس کے ثواب سے شاید تم واقف نہیں ہو۔" وصی نے گلاس تھامتے ہوئے بہت مدبرانہ انداز میں کہا۔ "تمہیں تو میرا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ میں اپنی عظمت کا خیال چھوڑ کر تمہاری نیکیوں میں اضافہ کررہا ہوں' کیوں اذعان؟"

"بالکل ٹھیک۔" اذعان نے پرزور تائید کی تھی۔

"میری نیکیوں کی فکر میں مت دبلے ہو بلکہ اپنی عظمت سدھار کے لئے کچھ کرلو تو شاید عاقبت سنور جائے۔" مثال نے تیکھے انداز میں ان دونوں کو سنایا تو وصی مزید کچھ کہے بغیر گلاس تپائی پر رکھ کر اپنی سابقہ پوزیشن میں آگیا۔

مثال نے سر جھٹک کر فلور کشن میں دھنستے ہوئے چائے کا کپ اٹھالیا' مگر لبوں سے لگانے سے پہلے ہی اس کی نظر کپ کے کنارے پر چپکے بال پر پڑگئی۔

"اوہ نو۔" اس کے دل میں درد بھری لہر سی اٹھی۔ اتنی محنت سے چائے بنائی تھی۔ وصی اور اذعان میچ میں الجھے ہوئے تھے ورنہ شاید اس کے غم میں شریک ہوجاتے۔ مثال نے بہت دکھ سے بال کو چٹکی میں پکڑ کر نکالا تو اس کے ساتھ ہی اس بال کا مالک یعنی مر

لال بیگ'' بھی نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے زوردار چیخ
کے ساتھ کپ اور لال بیگ دونوں کو پرے پھینکا تھا۔
اذعان اور وصی ہڑبڑا کر اٹھے تھے۔
''کیا ہوا؟''
''وہ.... وہ چائے میں.... کاکروچ۔'' مثال کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔
''تو اس میں اتنی خوشی کی کیا بات ہے؟'' اذعان نے بہت معصومیت سے پوچھا تو وہ چلا اٹھی۔
''تمہارا کیا مطلب ہے کہ میں خوشی میں چیخ رہی ہوں؟''
اس کی چلچلاتی آواز سے گھبرا کر وصی نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔
''معاف کردو یار' ہے کہاں وہ کاکروچ کا بچہ؟'' وصی کے دانت پیسنے پر اذعان کو ہنسی آ گئی۔
''وہ میری چائے میں تھا۔'' مثال کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔
''آخ.... '' اذعان نے جیسے ابکائی روکی تھی۔
''چائے میں کاکروچ ڈال کے پکاتی ہو؟''
مثال کا دل چاہا کہ اس کا سر پھاڑ دے۔
''کتنا برا حال ہوا ہوگا' اس کروچ کا' ہے نا وصی؟'' اذعان نے وصی کو اس صورت حال پر تبصرہ کرنے کی دعوت دی تو اس نے فوراً تائیدی انداز میں سر ہلایا۔
''بالکل.... طبعی موت مرجاتا تو خیر کوئی بات نہ تھی مگر مثال کے ہاتھ کی بنی چائے پی کر مرنا تو عذاب کی بات ہے۔'' وصی کے انداز میں ''مرحوم'' کے لئے پرخلوص ہمدردی تھی پھر وہ مثال سے پوچھنے لگا۔
''چائے کیوں پھینک دی؟''
''تو اور کیا کرتی؟'' مثال نے دانت کچکچائے تھے۔
''تم میرے باپ کو کنگال کر کے ہی سسرال جاؤ گی۔ بھئی' کاکروچ نکال دیا تھا تو پی لیتیں۔'' اس نے جھنجلا کر مشورہ دیا تو مثال کا جی متلانے لگا۔
''ایسی چائے تم اپنے سسرالیوں کو پلانا' نہ صرف تمہاری محنت بلکہ محبت کی بھی داد دیں گے' جوتوں کی صورت میں۔'' وہ اس پر برسی تھی پھر قدرے تو
کے بعد بولی۔
''سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ یہ آیا کہاں سے چائے تو میں ظاہر ہے' نیٹ سے چھان کے لائی تھی۔
''ہوسکتا ہے' جب تم پانی لینے گئی تھیں' تب اندر گیا ہو۔'' وصی نے بہت محتاط اندازہ لگایا تھا۔
''یا ہوسکتا ہے' اپنی مسز سے جھگڑا کر کے آیا ہو پھر خودکشی کرنے کے لئے اسے تمہاری بنائی ہوئی چائے سے بہتر جگہ نہ ملی ہو۔'' اذعان نے بھی اس پر اپنی بھرپور رائے دی تھی۔ جسے اندر ہی اندر کڑھ کر نظر انداز کر گئی۔
''وصی! اتنے گرم کپ پر چڑھ کر اندر جائے تو وہ روسٹ ہو جاتا۔''
''تو چکھ لیتیں' پتہ چل جاتا' روسٹ تھا یا بوائل۔'' وصی کا مشورہ فری تھا۔ ان دونوں کے انداز سنجیدہ مگر آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔
''وصی! یہ تم لوگوں کی شرارت ہے نا؟''
وہ اس قدر یقین سے بولی کہ اذعان سر پر ہاتھ مار کر رہ گیا' جبکہ وصی اس اچانک اٹیک پر بوکھلا گیا۔
''نن.... نہیں تو....''
''تم لوگ بہت بدتمیز اور جاہل ہو۔ ایسے مذاق سے کسی کی جان بھی جاسکتی ہے' سمجھے۔''
''آج تک ایک معمولی سے کیڑے اور وہ بھی کیڑے کی وجہ سے کسی کی جان نہیں گئی۔ تمہارا نام گینز بک میں آ جانا تھا۔''
وصی نے فائدے گنوانے شروع کیے تو مثال اس کی ڈھٹائی پر طیش میں آ کر صوفے پر سے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔
''اگر میں وہ چائے پی جاتی تو....؟''

"تو تم حشرات خور ہو جاتیں۔" اذعان کا جواب بھی ڈھٹائی سے بھرپور تھا۔ وہ پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ وصی نے قہقہہ لگا کر اذعان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔



"جب سے یہ شخص اس گھر میں آیا ہے' جینا عذاب ہو گیا ہے۔ ہر روز نت نئی فضولیات ہو رہی ہیں۔" وہ طیش میں بھری مسلسل ٹہل رہی تھی۔

"اب کیا ہو گیا ہے؟" روبی نے چادر تہ کرتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تھا۔

"ہوا نہیں بلکہ ہو گا۔ میں اس فضول شخص کو ایک دن بھی مزید برداشت نہیں کر سکتی۔"

"یہ بیان تم پچھلے ایک ہفتے سے دے رہی ہو۔ اب کیا کر دیا ہے انہوں نے؟" ہدیٰ نے گرین کلر' پلیٹ میں نکال کر ٹیوب بند کرتے ہوئے رسان سے پوچھا تو ان لوگوں پر کوئی اثر ہوتا نہ دیکھ کر وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ گئی پھر پورا واقعہ سنا دیا۔

"ایمان سے' بہت مزے کی شرارتیں کرتے ہیں اذعان بھائی۔" ہدیٰ اپنی پینٹنگ بھول بھال کر ہنس رہی تھی۔

"یہ مزے کی شرارت ہے؟" وہ غرائی تھی۔

"مثال! لائف انجوائے کرنا سیکھو۔ یہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں تو زندگی کی خوبصورت یادیں اور سنہرا دور کہلاتی ہیں۔" مون نے ہنستے ہوئے اسے سمجھایا تو وہ اس پر الٹ پڑی۔

"میں اتنی بیہودگی کو انجوائے نہیں کر سکتی۔" پھر وہ ہدیٰ کی طرف پلٹی تھی۔ "اور تم' کبھی کسی کا کروچ کا پورٹریٹ بناؤ گی؟"

ہدیٰ کو پھر ہنسی آنے لگی۔

"ہاں' بشرطیکہ وہ خود میرے پاس آ کر ریکویسٹ کرے۔"

"بس بہت ہو گیا' اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔" ان لوگوں کا یوں ہنسنا اور بھی تپا رہا تھا۔ رنگت اشتعال سے سرخ پڑنے لگی تھی۔ روبی نے سنجیدگی سے اسے سمجھانا چاہا۔

"بہت غلط رویہ ہے تمہارا مثال' وہ کوئی غیر تو نہیں تمہارا ماموں زاد ہے اور اب منگیتر بھی۔"

"سب کو پتہ ہے کہ مجھے اس طرح کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔" وہ ان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سخت ناگواری سے کہہ رہی تھی۔

"اس کی عادت ہے ہلا گلا کرنے کی اور پھر اس کی وجہ سے گھر میں کتنی خوشگوار سی ہلچل مچ گئی ہے۔" روبی نے اسے نرمی سے سمجھایا تو اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"یہ خوشگوار سی ہلچل ہے۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے' جیسے لاہور میں دہشت گرد گھس آئے ہوں۔" اس کے انداز میں سخت ناپسندیدگی تھی۔ ہدیٰ گہری سانس لے کر اپنی پینٹنگ کو فائنل ٹچز دینے لگی' جبکہ مون جو کہ رسالہ اوندھا رکھ کر پوری توجہ سے اس بحث کو سن رہی تھی' ہنسنے لگی۔

"یہ دہشت گرد تم اذعان بھائی کو کہہ رہی ہو؟"

"حرکتیں دیکھی ہیں' تم نے اس کی؟" وہ برہمی سے کہہ رہی تھی۔

"کچی' اتنا چلتا ہے' ان کا دماغ میں تو بہت امپریس ہوں ان سے۔" ہدیٰ نے اسے چھیڑنے کی غرض سے کہا تو حسب توقع وہ بھڑک اٹھی۔

"اونہہ...... خاک چلتا ہے دماغ۔ اتنا ہی چلنے والا دماغ ہوتا تو محترم پہلی ہی بار بی اے کلیئر کر لیتے۔ فیل بھی ہوئے تو ار دو جیسے سبجیکٹ میں۔"

"خیر...... سپلی تو کسی کی بھی آ سکتی ہے۔" مون نے فوراً پیش بندی کی کیونکہ وہ خود آج کل بی اے کے ایگزیم دے کر فارغ ہوئی تھی۔

"جو پڑھنے والا اسٹوڈنٹ ہوتا ہے' اس کی کبھی سپلی نہیں آتی۔ ویسے تو شعر یوں فرانٹے سے بولتا ہے'

جیسے دیوان گھول کے پیئے ہوئے ہوں۔"

"مثال! اب اس حادثے پر مٹی ڈال دو۔ خاصی پرانی بات ہوگئی ہے پگلی والی۔" ہدیٰ کو تو یوں بھی اکلوتا بہنوئی بہت عزیز تھا۔ چڑ کر بولی تو مثال نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"واقعی اس کے لئے تو بی اے کر لینا ایک حادثہ ہی ہے۔ بھلا کیا ویلیو ہے آج کل سمپل بی اے کی۔ وہ بھی لڑکوں کے لئے؟"

"کس کتاب میں لکھا ہے کہ "بہت سارا" پڑھنا چاہئے؟ عقل یا شعور بہت سارا پڑھنے سے مشروط نہیں ہوتا۔ ہم نے تو بہت سے پڑھے لکھے جاہل بھی دیکھے ہیں جو ہائی کوالیفائیڈ ہیں مگر ان کی سوچ اور نظریات پر حیرت ہوتی ہے۔" ہدیٰ کو مثال کی انتہا پسندی ہمیشہ ہی سے چڑاتی تھی۔

"ایم اے یا پی ایچ ڈی کرنے سے نہ تو عقل آجاتی ہے اور نہ ہی ایٹی کیٹس۔ اور یہ جو تم کسی پارٹی یا فنکشن سے واپس آ کر لوگوں کے جاہلانہ رویوں اور عقل سے عاری باتوں کو ڈسکس کرتی ہو تو کیا وہ سب لوگ ان ایجوکیٹڈ ہوتے ہیں؟ جن کو عقل آنی ہو انہیں فقط ایک "الف" کی حقیقت جان لینے سے ہی آجاتی ہے۔ دنیا بھر کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔" موون نے بھی اس پر طنز کیا تو وہ جھنجلانے لگی۔

"لیکن ایک پیمانہ تو ہوتا ہے نا۔"

"کس چیز کا......؟ آدمی کے اخلاق و کردار کو تولنے کا؟ یا اس کی عادات واطوار کو چیک کرنے کا؟" روبی نے بہت سکون سے پوچھا تو وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"معاشرے میں سروائیو کرنے کا۔ اس کے بغیر آدمی معاشرے میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"خیر اب یہ بات بالکل درست بھی نہیں ہے۔" روبی نے اپنے مخصوص نرم اور سلجھے ہوئے انداز میں اس سے اختلاف کیا تھا۔

"داداجان ذرا سے بھی پڑھے لکھے نہیں تھے۔ بھی انہوں نے اسکول کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ محض اپنی عقل اور فہم کے سہارے انہوں نے بزنس شروع کیا اور نتیجے کے طور پر آج یہ وسیع وعریض بزنس اور عیش و آرام تمہارے سامنے ہے۔ ابو اور چچا جان ہی دیکھ لو دونوں محض ایف اے ہیں مگر بزنس کو کہاں سے کہاں لے گئے ہیں۔ نہ صرف معاشرے میں سروائیو کر رہے ہیں بلکہ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کے ساتھ بھی بزنس کر رہے ہیں۔"

روبی نے اسے لاجواب کر دیا تھا مگر اذعان کے معاملے میں نرمی اختیار کرنے کا مطلب تھا خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا جو کہ وہ کر نہیں سکتی تھی۔

"وہ اس دور کی بات تھی۔ آدمی تھوڑا سا پڑھ کر بھی اسے ذہانت سے کام میں لاتا تھا' یہ لوگ تو پڑھ لکھ کر ڈبو رہے ہیں۔"

"تو تم کیوں ایک اور "ڈبونے والے" کا اضافہ کرنا چاہتی ہو؟" موون نے اسے چھیڑا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"اور ذہین تو اذعان بھائی بھی بہت ہیں۔" ہدیٰ کو تو جیسے اذعان کی حمایت کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

"ایسا کیا ایجاد کر لیا ہے اس نے جو جھنڈے گاڑ گئے ہیں؟" مثال نے تنک کر پوچھا تو ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ اٹھی۔

"بہت بری بات ہے مثال۔ تم اذعان کے معاملے میں بہت سختی سے سوچتی ہو۔ وہ صرف لاپروا اور شوخ ہے ورنہ ذہانت کی تو واقعی اس میں کوئی کمی نہیں۔ بیسٹ ڈیبیٹر' بیسٹ ایتھلیٹ رہا ہے وہ۔" روبی نے بہت صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اذعان کی تعریف کی تھی۔

"اور مجھے لاپروائی اور شوخی بالکل اچھی نہیں لگتی۔ ایسا آدمی آج کے معاشرے میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ آدمی کو باوقار اور سنجیدہ ہونا چاہئے۔" وہ آرام سے اپنا مؤقف نظر پیش کر رہی تھی۔ ہدیٰ نے ناگواری سے بہن کو دیکھا تھا۔

"بی اے کچھ کم تو نہیں ہوتا۔" موون نے اعتراض کیا تھا۔

"ہونہہ...... یہاں ایم بی بی ایس بے روزگار پھر رہے ہیں اور اسے بی اے بہت لگ رہا ہے۔"

مثال نے اس کا تمسخر اڑایا۔ خود وہ ایم اے انگلش کے فائنل ایئر میں تھی۔ اس کے علاوہ مختلف کورسز میں بھی ٹانگ اڑائے رکھتی تھی۔ گویا پڑھائی ہی کو اس نے اپنی زندگی بنا رکھا تھا۔ رات دن کتابوں کے گھیرے میں بسر ہوتے تھے۔

"اگر ایم بی بی ایس بے روزگار پھر رہے ہیں تو پھر ان سے اچھے تو وہ ان پڑھ مزدور ہیں جو اینٹیں اٹھا کر روزی کما رہے ہیں۔" موون کا انداز جلانے والا تھا۔ "تم کیوں چاہتی ہو کہ ایک اور بہت پڑھا لکھا شخص ان بے روزگاروں میں شامل ہو کر معاشرے کا ناسور بن جائے؟"

"صرف پڑھے لکھے لوگ معاشرے کا ناسور نہیں ہوتے۔" وہ چلچلاتے ہوئے لہجے میں بولی تو ناول سے ہاتھ صاف کرتی ہدیٰ اس کے پاس آ بیٹھی۔

"اگر تم کسی ان پڑھ شخص کو بوجھ اٹھانے یا مزدوری کرنے کو کہو تو وہ بنا جھجکے کر لے گا۔ ساری ٹینشن اس پڑھے لکھے بے روزگار طبقے ہی کو تو ہے جو پڑھائی کے بعد اعلیٰ عہدے کے علاوہ کوئی اور جستجو ہی نہیں رکھتے۔ کیا پڑھے لکھے شخص کو مزدوری کرنے کی ممانعت ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ اتنا سارا علم حاصل کرنے کے بعد ان میں ہر چیز کا شعور پیدا ہو جائے مگر ان میں صرف انا اور اکڑ پیدا ہوتی ہے۔ اپنے معیار اور سوچ سے نیچے آنا تو کوئی پسند ہی نہیں کرتا۔"

"ہر ایک کا خواب ہوتا ہے کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسے زندگی کی تمام آسائشات مہیا ہوں۔"

"تھرڈ ورلڈ کے ایک ملک میں ایسی باتیں دیوانے کا خواب ہی ہو سکتی ہیں۔ ہر پڑھے لکھے کو تمام آسائشات مہیا ہونے لگیں تو ہم ایک ہی جست میں امریکہ کے مقابل جا کھڑے ہوں۔"

ہدیٰ نے اسے آگاہ کیا تھا۔

"زیادہ پڑھنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے' معاشرے میں باعزت مقام اور باعزت روزگار حاصل کرنا۔"

"عزت تو تم اپنے لان میں کام کرنے والے مالی کی بھی بہت کرتی ہو۔ وہ تو بہت پڑھا لکھا نہیں ہے۔" موون کے اطمینان سے جتانے پر وہ سلگی تھی۔ پھر دانت پیس کر بولی۔

"مگر نہ تو تم کبھی ان لوگوں میں رشتہ کرو گی اور نہ ہی وہاں بیاہ کر جانا پسند کرو گی۔"

اس کے انداز والفاظ پر موون نے گھور کر اسے دیکھا تھا' جبکہ کافی دیر سے خاموش بیٹھی روبی کو مثال کی انتہا پسندی بالکل بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ تعلیم کی ایک مسلمہ حقیقت تھی مگر وہ تو ان پڑھوں کو گویا انسان ہی نہیں سمجھ رہی تھی۔

"یہ تو ہماری اخلاقی کمزوری ہے مثال۔ ورنہ یہی وہ سب انسان ہیں جن کے متعلق خدا اور اس کے رسول نے فرمایا ہے کہ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں' سوائے اخلاق و کردار کے۔ اور ہم لوگ تو اخلاقیات کے اس قدر نچلے درجے پر ہیں کہ ہم نے تعلیم' دولت' ذات اور حسب ونسب کو انسانیت کا پیمانہ بنالیا ہے۔ جو غریب ہیں' انہیں ہم نے کبھی انسان ہی نہیں سمجھا اور ان پڑھ لوگوں سے بات کرتے ہوئے' انہیں اپنا رشتے دار ظاہر کرتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے۔ حالانکہ سوسائٹی میں ہم کو اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے بل بوتے پر سروائیو کرنا ہوتا ہے پھر ان لوگوں سے اپنی نسبت ظاہر کرنے پر اتنی شرم کیوں؟" روبی کے لہجے میں خفیف سی تختی در آئی تھی۔

"اُفوہ! آپی۔ آپ تو بات کو پتہ نہیں کہاں سے

کہاں لے جاتی ہیں۔ میں تو محض ایجوکیشن کی بات کررہی تھی' آپ اخلاقیات پر پہنچ گئیں۔'' روبی نے اس کی پرحماقت بات کو مسکرا کر انجوائے کیا تھا۔

''تعلیم ہی تو اخلاقیات سکھاتی ہے۔ اسے تم الگ کیسے کرسکتی ہو؟ اور پھر میں یہی بات تمہیں بتانا چاہ رہی ہوں کہ بقول تمہارے' تعلیم اخلاقیات سکھاتی ہے اور ان پڑھ ان تمام خصوصیات سے عاری ہوتا ہے تو پھر ایک جاہل شخص ایک پڑھے لکھے شخص سے اپنی نسبت نہیں چھپاتا' جبکہ ایک تعلیم یافتہ اچھی حیثیت کا شخص کبھی بھی اپنے حلقہ احباب میں کسی ان پڑھ اور غریب شخص کو اپنا رشتے دار نہیں بتائے گا' یہ اخلاقیات کا کون سا درجہ ہے؟''

روبی کی بات پر وہ خجل سی ہوگئی۔ ہدیٰ اور مون بھی بہت غور اور دلچسپی سے ان کی بحث سن رہی تھیں۔

''بات صرف یہ ہے مثال کہ آپ کی تربیت بولتی ہے۔ محض تعلیم حاصل کرلینے سے بات نہیں بنتی' اسے استعمال میں بھی لانا پڑتا ہے۔ تعلیم آپ کو شعور دیتی ہے' آپ کی ان خصوصیات کو نکھارتی ہے جو آپ کے اندر ہوتی ہیں اگر کسی شخص کی تربیت اچھے ماحول میں نہیں ہوئی تو وہ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد بھی وہی رہے گا جو اس کی ذہنیت ہے۔ اسے ڈگری تو مل جاتی ہے مگر اس کے رویے اور انداز و اطوار سے جھلکنے والا گھٹیا پن اس کی ذہنیت کو چھپا نہیں سکتا۔ اس کا رویہ چلا چلا کر اعلان کرتا ہے کہ اس کی تربیت کس ماحول میں ہوئی ہے۔ ایک مالی ہو یا ڈرائیور' وہ آپ کی بے حد عزت کرتا ہے' آپ کا ہر حکم بجالاتا ہے کیونکہ وہ آپ سے تنخواہ لیتا ہے۔ وہیں ایک ڈاکٹر جو فیس وصولنے کے بعد بھی ڈھنگ سے آپ کی بات نہیں سنتا' بدمزاجی کا مظاہرہ کرتا ہے' تب آپ کے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ وہ اتنی اکڑ اور طنطنہ کس لئے دکھا رہا ہے؟ آپ اسے ویسے ہی کیوں نہیں ڈانٹتے' جیسے اپنے مالی یا ڈرائیور کو ڈانٹتے ہیں؟ محض اس لئے کہ وہ پڑھا لکھا اور ایک مقام رکھنے والا شخص ہے؟ کیا پڑھائی یہی سکھاتی ہے؟''

''اوہ گاڈ۔'' مثال بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ''آپ کے لئے تو کوئی مولوی صاحب ڈھونڈنا پڑیں گے۔''

''مگر مہذب اور سمجھدار۔ ان پڑھوں میں جاہل لوگ بھی ہوتے ہیں۔'' وہ بہت رسان سے بولی تھی۔

''تو کیا تعلیم آپ کی ڈیمانڈ نہیں ہے۔'' مثال نے تحیر سے انہیں دیکھا تھا۔

''اگر پڑھا لکھا بھی ہو تو کیا ہی بات ہے۔ لیکن اگر وہ پڑھا لکھا مگر احمق اور پست ذہنیت کا مالک ہو تو میں باز آئی' ایسے ایجوکیٹڈ بندے سے۔''

روبی کا انداز قطعی تھا۔ مثال اس کے نقطہ نظر کو سن کر شانے اچکا کر رہ گئی۔

''حیرت انگیز۔'' اس نے گہری سانس اندر کھینچی اور پھر مسکرا کر بولی۔ ''شکر ہے کہ ایک ماہ کے بعد آپ کی شادی ہے ورنہ آپ کے ارادے تو بہت خطرناک سے ہیں۔''

وہ اندر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی' تب ہدیٰ نے اسے تنبیہ کی۔

''جو کچھ پڑھنا ہے' وہ ابھی پڑھ لو۔ آدھی رات تک لائٹ جلا کر خود بھی جاگتی ہو اور مجھے بھی جگاتی ہو۔''

''شرم کرو تم۔ بی ڈی ایس کا دوسرا سال ہے تمہارا اور تمہیں ان ڈائجسٹوں اور پینٹنگ کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔ تم کو کیا پتہ کہ تم یوں سو سو کر کیا کھو رہی ہو' تم تو محض انسائیکلوپیڈیا ہی پڑھ لو تو تمہاری زندگی سنور جائے۔''

''مجھے تو معاف ہی رکھو تم۔ میں ان ڈائجسٹوں ہی سے بہت کچھ سیکھ لوں گی۔''

ہدیٰ خود بھی سنجیدگی سے پڑھائی کرتی تھی مگر مثال کا ہر وقت یوں پڑھائی کو سر پر سوار رکھنا اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

''تم لوگ تعلیم کو اہمیت نہیں دیتی ہو مگر میرا یقین ہے کہ تعلیم ہی آدمی کی بہترین ذہنی اور اخلاقی تربیت کرتی ہے' اس لئے ہر آدمی کو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا چاہئے۔ مثال نے گویا بات ہی ختم کردی تھی۔

''کس قدر شدت پسند ہو تم مثال۔ تم ان پڑھ لوگوں کو اخلاقیات سے عاری قرار نہیں دے سکتیں۔ ٹی وی ڈراموں اور ڈاکومینٹریز میں انہی دیہاتیوں کے اور وہ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے اخلاق اور مہمان نوازی کو سراہا جاتا ہے۔ جس قدر بے غرض اور بے لوث مہمانداری وہ لوگ کرتے ہیں' آج کے پڑھے لکھے اور مہذب لوگ اونچے عہدوں پر فائز ہونے کے بعد اسے وقت کا زیاں قرار دیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ بنا کام کے آپ کسی کے گھر جا بھی نہیں سکتے' کجا کہ بنا بتائے چلے جائیں۔'' ہدیٰ بہت جلے کٹے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''یہ سب چیزیں مینرز اور ایٹی کیٹس میں شمار ہوتی ہیں۔''

اس کے آرام سے کہنے پر ہدیٰ نے اسے گھورا تو وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''دیکھ رہی ہیں آپ اس کے انداز؟'' ہدیٰ بہن سے شاکی ہونے لگی۔ روبی نے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

''ٹھیک ہوجائے گی۔''

''خاک ٹھیک ہوجائے گی۔ جب سے اذعان بھائی آئے ہیں' اس کے مزاج ہی بگڑے ہوئے ہیں۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''واقعی آپی' بعض اوقات تو وہ بہت بدتمیزی کرجاتی ہے۔ وہ تو شکر ہے کہ اذعان بھائی اپنے لاابالی پن میں نظرانداز کرجاتے ہیں۔'' مون نے بھی ہدیٰ کی تائید کی تھی۔

''اس کے اسی لاابالی پن اور شوخیوں کو مثال ناپسند کرتی ہے۔ ویسے اب اذعان کو بھی چاہئے کہ سنجیدگی سے عملی زندگی میں حصہ لے۔ لگتا ہے' جیسے اسے بھی مثال سے ضد ہوگئی ہے۔'' روبی نے پرسوچ انداز میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

''ان کا بھی بہت قصور نہیں ہے' اس کھلنڈرے پن میں۔ ممانی جان اور دونوں بہنوں نے انہیں لاڈ پیار میں بڑا ہونے ہی نہیں دیا۔ ہم لوگ ان کے ہاں بہت زیادہ تو نہیں گئے مگر جتنا دیکھا ہے' اس سے خیال آتا ہے کہ اذعان بھائی پالنے میں کیوں نہیں سوتے اور فیڈر کیوں نہیں پیتے۔'' ہدیٰ نے اذعان کو بری کردیا تھا۔

''اب دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اذعان بھی کم نہیں ہے۔ جان بوجھ کر مثال کو چڑانے والی حرکتیں کرتا ہے۔'' روبی نے مسکراتے ہوئے بحث سمیٹی۔

''او کے' انتظار کرو' اور دیکھو کہ ہماری یہ بہت پڑھی لکھی اور عقلمند بہن آگے چل کے کیا گل کھلاتی ہے۔'' ہدیٰ نے گہری سانس بھری تھی۔



رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' پپوٹے سوج گئے تھے مگر اس کی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔

''ربیا ضد نہ کرو خواہ مخواہ۔ کاٹ ڈالے گا تمہارا بھائی تمہیں۔'' اماں کا بس اسی پر چلتا تھا۔ دانت پیس کر بولیں تو وہ بھبک کر رو دی پھر یونہی روتے ہوئے بولی۔

''میں کون سی غلط فرمائش کررہی ہوں۔ پڑھنا ہی تو چاہتی ہوں۔ میری ساری دوست اتنے اچھے اچھے کالجوں میں پڑھ رہی ہیں اور صرف میں ہی گھر بیٹھ جاؤں۔''

''ربیا! میرا دماغ نہ کھاؤ۔ احسن آئے گا تو اس سے بات کرلینا۔'' انہوں نے بہت اکتا کر گویا اپنی طرف سے اجازت دی تھی اور ان کے اس انداز سے وہ اچھی طرح واقف تھی' اس لئے تھک ہار کر بہلی نہیں

تھی۔

"میں کیوں بات کروں' ان سے' یہ آپ کا کام ہے۔ مجھے بس آگے پڑھنا ہے۔" وہ بہت ضدی انداز میں کہہ رہی تھی۔ جس پر اماں کا پارہ بھی ہائی ہوگیا۔

"تو پڑھ لے جاکے۔ میری جان کیوں کھا رہی ہے۔ روزانہ ایک نیا فساد اٹھائے رکھتی ہے۔"

"تو اور کیا کروں؟ میں کوئی انوکھی فرمائش تو نہیں کررہی۔ ساری دنیا کے والدین اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ ایک ہمارے ہی گھر میں انوکھا دستور ہے۔ خود تو پڑھ لکھ کے اتنے اچھے عہدے پر جاب کررہے ہیں اور میں میٹرک سے آگے نہیں پڑھ سکتی' یہ اچھا انصاف ہے۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی مگر اس کی باتوں کو بکواس سمجھ کر اماں نے اطمینان سے دھاگا اور کروشیا سنبھال لیا۔ تو اس کا جی چاہنے لگا کہ اسی وقت جاکر خود کو زندہ جلالے اور یہ سوچ اتنی پاورفل تھی کہ وہ اٹھ کر تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اماں نے کوفت سے سر جھٹکا' انہیں پتہ تھا کہ اب رونے کا سیشن لمبا چلنے والا تھا۔

ان کی دو ہی اولادیں تھیں۔ بڑا احسن تھا جو کمپیوٹر انجینئرنگ کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بہت اچھی جاب کررہا تھا۔ انہوں نے ساری عمر شکی مزاج تنگ ذہن شوہر کی پابندیاں برداشت کرتے ہوئے گزاری تھی اور شوہر کے مرنے کے بعد بیٹے نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ دوسرے نمبر پر ریبا تھی جواب مکمل طور پر احسن کی کسٹڈی میں تھی۔ وہ بھی باپ کی طرح عورت کو بے جا بلکہ کسی بھی قسم کی آزادی دینے کے سخت خلاف تھا۔ پتہ نہیں اس نے ریبا کو میٹرک کرنے کی اجازت کیسے دے دی تھی۔ اسے اپنی کسی بھی سہیلی کے گھر جانے کی اجازت نہیں تھی' حتیٰ کہ اماں کبھی محلے میں بھی کسی کے گھر نہیں گئی تھیں۔ اور بھائی کو مکمل طور پر جاننے کے بعد بھی ریبا کے دل سے پڑھنے کا شوق ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنی دوست سے کالج پراسپیکٹس منگوالئے تھے۔ حالانکہ احسن نے بارہا دوٹوک انداز میں اس پر واضح کردیا تھا کہ میٹرک سے آگے پڑھنے کا خیال وہ کبھی بھول کر بھی ذہن میں نہ لائے۔ اماں تو شوہر کی زندگی ہی سے اس سارے ماحول کی عادی ہوچکی تھیں' اس لئے احسن کا رعب اور دبدبہ انہیں عجیب نہیں لگتا تھا مگر ریبا کے لئے یہ سب ایک نہایت تکلیف دہ سلوک تھا۔ احسن تو اماں کو اور اسے انسان سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ بس ایک ذمے داری تھی جو اسے نبھانا پڑ رہی تھی۔ اسکول میں اپنی سہیلیوں کی زبانی والدین اور بھائی بہنوں کی محبتوں کے واقعات اس کو مزید احساس کمتری کا شکار کردیتے تھے۔ اس کے گھر میں تو بھائی کے ہوتے ہوئے اونچی آواز میں ہنسنا بھی ایک سنگین جرم تھا۔

رات کھانے پر احسن کا موڈ نارمل ہی تھا۔ روزانہ کی طرح تیوریاں چڑھی ہوئی اور بات بات پر کاٹ کھانے والا انداز نہیں تھا' اسی لئے اپنے اندر بہت ہمت جمع کرتے ہوئے ریبا نے خود ہی احسن سے بات کرنے کی ٹھان لی۔ اماں سے تو اسے کوئی توقع نہیں تھی۔ وہ تو کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنی زندگی کو کھاؤ پیو عیش کرو سمجھتے ہوئے گزار رہی تھیں۔

"بھائی جان' تمام کالجز میں ایڈمیشن شروع ہوگئے ہیں۔"

بہت ہمت کرتے ہوئے بھی اس کی آواز میں منمناہٹ اتر آئی تھی۔ نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے" ٹھٹک گیا۔

"میں نے فارم بھی فل کرلیا ہے۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر کہہ رہی تھی۔ احسن کی آنکھوں میں تحیر کے ساتھ غصہ بھی اتر آیا تھا۔

"کیوں؟ جب میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ اتنا ہی پڑھنا کافی ہے تو پھر؟"

"میری ساری دوست......"

اس نے ابھی کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ وہ بھڑک اٹھا۔

"تمہاری دوست جتنے پانی میں ہیں' میں جانتا ہوں۔ وہ اگر جہنم میں جائیں گی تو تم بھی ان کی پیروی کروگی؟"

"آپ نے بھی تو اتنا پڑھا ہے۔" وہ ڈرے ہوئے انداز میں کہہ گئی۔

"میں مرد ہوں' لڑکیوں کے لئے یوں گھروں سے نکل کر باہر پھرنا آوارگی کہلاتا ہے۔ جتنا عزت سے پڑھ لیا ہے اتنا ہی کافی ہے۔"

اب کی بار احسن نے بہت آرام سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو وہ تاسف سے اپنے بظاہر بہت شائستہ اور مہذب دکھائی دینے والے بڑے بھائی کو دیکھنے لگی۔ جس کے خیالات اس قدر فضول تھے کہ وہ کہیں سے بھی پڑھا لکھا نہیں لگتا تھا۔

"آج کل تو لڑکیاں بھی اتنا پڑھ رہی ہیں۔"

وہ ڈوبنے سے پہلے ہاتھ پاؤں مار کر بچنے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔ احسن کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ جو پڑھ رہی ہیں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ معاشرے میں اسی وجہ سے بے حیائی اور آوارگی پھیل رہی ہے کہ لوگوں نے اپنی لڑکیوں کو یوں آزادی دے رکھی ہے۔ کمانا تو مرد کو ہوتا ہے' عورت پڑھ کے کیا تیر مارے گی۔ مگر عورت ذات کو تو مردوں کے درمیان رہنے کا چسکا پڑ چکا ہے۔"

اس قدر "عظیم الشان" خیالات سن کر وہ برافروختہ ہوگئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ بھی ایسی گفتگو کرسکتا ہے۔

"میں وعدہ کرتی ہوں بھائی جان' میں بہت توجہ سے پڑھوں گی۔ آپ کو کبھی شکایت کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ میں نقاب ڈال کے چلی جایا کروں گی۔"

یوں صفائیاں پیش کرتے ہوئے اسے اپنے اندر بہت تکلیف محسوس ہورہی تھی مگر اسے احسن کی سوچ کا بھی بہت اچھی طرح علم تھا۔ اتنی آسانی سے تو وہ اسے کبھی بھی آگے پڑھنے کی اجازت دینے والا نہیں تھا۔ اس لئے اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر وہ ہر مشروط حل ماننے کو تیار تھی۔

"بکواس بند کرو۔" وہ یکلخت ہی غرایا تھا۔ "تمہیں بھی باہر کی ہوا لگ گئی ہے' اسی لئے کالج جانے کے خواب دیکھ رہی ہو۔ میں خوب سمجھتا ہوں' تمہاری پڑھائی کو۔ مگر میں تمہیں ان آوارگیوں کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں ان بھائیوں کی طرح نہیں ہوں جو اپنی بہنوں کو لڑکوں کے ساتھ کھلے عام سڑکوں اور ہوٹلوں میں گھومتے دیکھ کر "فرینڈ شپ" کے نعرے لگاتے ہیں۔ آرام سے گھر بیٹھو۔ امی! اس سال دو سال میں اس کا رشتہ دیکھ کر اسے رخصت کریں یہاں سے۔"

استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے وہ آخر میں بہت حقارت سے امی سے مخاطب ہوا جو یوں اطمینان سے کھانا کھانے میں مگن تھیں' جیسے اس سے ضروری اور کوئی کام ہی نہیں۔ اس کے تمام اعتراضات ہونٹوں پر دم توڑ گئے۔ وہ بات ہی ایسے لب و لہجے میں کررہا تھا کہ ریبا کو آگے سے کچھ کہتے ہوئے بھی شرم آنے لگی۔ آنسوؤں پر بند باندھنے میں ناکام ہوکر وہ کھانا کھائے بغیر ہی اٹھ گئی مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔ البتہ اس کے جانے کے بعد احسن نے ایک بار پھر اماں کی اچھی طرح برین واشنگ کی تھی۔ اور انہیں احساس دلایا تھا کہ لڑکیوں کا یوں باہر نکلنا صریحاً آوارگی کے زمرے میں آتا ہے ورنہ تعلیم کی انہیں کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

"بس بچی ہے نا' دو چار دنوں میں بھول جائے گی۔"

اماں نے اسے تسلی دی تو وہ اطمینان سے اپنا کھانا ختم کرنے لگا۔



"وصی! اٹھ جاؤ' مجھے ہوسٹل چھوڑ کے آؤ۔"

وہ کب سے اس کی منتیں کر رہی تھی مگر وہ سن ہی نہیں رہا تھا' اب بھی وہ اس کے سر پر سوار ہوگئی تو وہ فوراً ہی صوفے پر دراز ہوگیا۔

''میں بہت تھکا ہوا ہوں۔''

''تم کیا ساری رات ہل چلاتے رہے ہو؟''

اس نے بمشکل غصہ ضبط کیا تھا۔ ہر دفعہ یونہی ہوتا تھا۔ وہ اسے گھر تو لے آتا تھا مگر واپسی پر اس کا موڈ ہی نہیں بنتا تھا۔

''گاڑی چلاتا رہا ہوں۔ پھپھو کو گھر چھوڑ کے آرہا ہوں اور یہ اذعان نالائق صرف زبان چلاتا رہا ہے' جاتے ہوئے بھی اور واپسی میں بھی۔'' وہ بہت کینہ پرور انداز میں اذعان کو گھور رہا تھا۔

اذعان نے آہ بھری۔

یہ تیری تلخ نوائیاں کوئی اور سہہ کے دکھا تو دے
یہ جو ہم میں تم میں نباہ ہے میرے حوصلے کا کمال ہے

''مجھے نہیں پتہ وصی۔ تم ہی مجھے لے کر آئے تھے' اب تمہی واپس بھی چھوڑ کر آؤ گے۔'' وہ بہت اٹل انداز میں بولی تو اذعان نے اسے ٹوک دیا۔

''ضرورت کیا ہے تمہیں ہوسٹل میں رہنے کی۔ اچھے بھلے گھر کو خود سے دور کیا ہوا ہے۔''

مثال نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی پھر آرام سے بولی۔

''ہوسٹل میں رہ کر بہت سکون سے پیپرز کی تیاری ہوتی ہے اور ویسے بھی مجھے تمہاری طرح سیلی کلیئر کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔''

''گھر سے زیادہ سکون تو ہوسٹل میں نہیں ہوتا۔'' اس نے اختلاف کیا تو مثال چڑ گئی۔

''یہاں کیا خاک سکون ہے۔ چڑیا گھر بنا ہوا ہے آج کل۔''

''واقعی۔ جو بھی آتا ہے' تمہارا خالی پنجرہ' میرا مطلب ہے کہ خالی کمرہ دیکھ کر تمہارے متعلق ضرور پوچھتا ہے۔''

سب کی مسکراہٹ مثال کو تپا گئی تھی۔

''شکر ہے کہ تمہارا پنجرہ تو آباد ہے۔ لوگوں کو کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی ہوگی۔ بنا ٹکٹ کے گوریلا دیکھ رہے ہیں۔''

''ہاہ...... زبردست۔'' ارسلان نے زوردار قہقہہ لگایا تو وہ اس پر چڑھ دوڑی۔

''کتنی بار کہا ہے کہ یوں بیوقوفوں کی طرح منہ پھاڑ کے مت ہنسا کرو۔''

''مائنڈ یو مس مثال۔ میں تمہاری پراپرٹی نہیں ہوں کہ اپنی خوبیاں اور خامیاں تمہاری پسند کے مطابق بناؤں یا بگاڑوں۔ ہمیں تو جیسے اچھا لگے گا' ویسے ہی کریں گے۔'' وہ لاپروائی سے بولا تھا۔

''سب ہی بگڑے ہوئے ہیں یہاں......'' وہ تپ اٹھی تھی۔

''اور تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' اذعان نے بہت دوستانہ انداز میں رائے دی تو وہ لحظہ بھر کو بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ بھلا یہاں کس میں ہمت تھی کہ اس پر براہ راست حملہ کرنے کی کوشش کرتا۔

''میں تم سے بات نہیں کر رہی۔''

''مگر میں تمہی سے بات کر رہا ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے یونہی سکون سے کہہ رہا تھا۔

''اگر تم خود کو کسی قالب میں نہیں ڈھال سکتیں تو دوسروں کو بھی اپنی پسند کے سانچے میں ڈھالنے کی خواہش مت پالو۔''

''میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی۔

''میں نے مشورہ دیا بھی نہیں۔ یہ وارننگ ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ تلملا اٹھی۔

''تم اپنی حد میں رہو۔''

''مثال......'' مختلف کونوں سے سر ابھرے تھے۔ خجالت سے اس کی رنگت تپ اٹھی۔ اذعان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اٹھو وصی...... میں آخری مرتبہ کہہ رہی ہوں۔''

اب کی بار وصی کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ سخت غصے میں آچکی ہے۔

''اچھا اگر بائیک پہ چلتی ہو تو لے چلتا ہوں۔'' وہ یوں اپنی جگہ سے اٹھا' جیسے فوراً ہی اسے لے جانے کا ارادہ ہو حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کبھی بھی بائیک پر نہیں بیٹھے گی اور ہوا بھی یہی تھا۔

''تم ہو بھی بہت ناکارہ۔ آئندہ کبھی مجھے لینے گئے تو واچ مین سے اٹھوا کر باہر پھنکوا دوں گی۔'' وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

''اچھا' تو جو کام کا بندہ ہے' اسی کے ساتھ چلی جاؤ۔'' وصی نے اطمینان کا سانس لے کر نیم دراز ہوتے ہوئے اذعان کی طرف اشارہ کیا تو وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

''جی نہیں' شکریہ آپ کا۔''

''آپ کا بھی بہت بہت شکریہ انکار کرنے کا۔ میں بھی منگنی شدہ خواتین کے ساتھ باہر جانا پسند نہیں کرتا۔''

اذعان شرمندہ تو کیا ہوتا' اس قدر ممنونیت سے بولا کہ سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ بہت غصے سے بھری وہاں سے گئی تھی۔

''بہت غلط بات ہے اذعان۔ تمہیں تو چاہئے تھا کہ خود اسے آفر کرتے۔'' روبی نے اذعان کو ٹوکا تھا۔

''ضرورت کیا ہے اسے ہوسٹل میں رہنے کی؟'' وہ بحث کرنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

''اسے عادت پڑی ہوئی ہے۔ ہمیشہ ایگزامز کے دوران وہ ہوسٹل میں شفٹ ہوجاتی ہے' اسی لئے تو اتنا اچھا رزلٹ ہوتا ہے اس کا۔''

''جو پڑھنے والا ہو' وہ کہیں بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔''

وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ وصی نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر شرارت سے کہا۔

''بالکل ہمارے یار کی طرح۔''

''ہاں بالکل' ہمیں اس کی طرح پیپرز کو سر پر سوار کرنے کی عادت نہیں تھی۔ ہم تو خود پیپرز کے سر پر سوار ہوجاتے تھے۔ ڈیٹ شیٹ ملتی تھی' تب پڑھائی شروع ہوتی تھی ہماری۔ رات کو پڑھا' صبح پیپر دے دیا۔ پڑھائی کو ٹینشن نہیں بنانا چاہئے اگر اچھے اسٹوڈنٹس سارا سال پڑھیں تو ایک دن دہرانے کے لئے کافی ہوتا ہے پھر یہ ایک مہینہ پہلے ہوسٹل میں ''جوگ'' لینے کا کیا مطلب ہے؟''

وہ بہت صاف گوئی سے انہیں اپنا مطمحِ نظر بتا رہا تھا۔

''بھئی' ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ اور یوں بھی آج کل گھر میں مہمانوں کی آمدورفت بہت بڑھ گئی ہے' اس لئے وہ ڈسٹرب ہوتی ہے۔'' روبی نے اس کی حمایت کی تھی اور یہ بات تو واقعی سچ تھی کہ روبی کی شادی کی ڈیٹ افراتفری میں فکس ہوئی تھی اور اب اس کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ڈھولک خریدی جاچکی تھی اور اب تین ہفتے پہلے ہی سے پریکٹس کی جارہی تھی۔ گانے سلیکٹ کئے جارہے تھے۔

وصی کی اتنی منتیں کر رہی تھی' ایک مرتبہ میری منت کر لیتی تو میں ہوائی جہاز میں بٹھا کر سیدھا اسے ہوسٹل کی چھت پر اتار کے آتا۔'' اذعان نے فوراً ٹریک بدلا تھا۔

''تو آپ بنا منت کے ہی لے جاتے نا۔'' ہدیٰ نے اسے گھرکا تو وہ چمک کر بولا۔

''کیوں؟ میری تحسین شکل میں کیا خرابی ہے؟''

''ماڈل تبدیل کروانے کی ضرورت ہے۔'' وصی نے لقمہ دیا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

''ویسے اذعان بھائی' آپ کو فیوچر کے لئے پریکٹس تو کرنی چاہئے نا۔'' مون نے بھی مثال کی سائیڈ لی تھی۔

''ویسے میرا دل تو نہیں چاہ رہا مگر آپ لوگوں کے

اصرار پر اسے لے جاتا ہوں ورنہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ مجھے منگنی شدہ لڑکیوں کے ساتھ باہر جانا اچھا نہیں لگتا۔"

وہ بہت احسان کرنے والے انداز میں کہتا ہوا اٹھا تھا مگر اسی وقت وہ سٹنگ روم میں چلی آئی۔ اذعان بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ مثال کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی بات سن چکی ہے۔

"اوکے آپی! ابو آگئے ہیں‘ میں ان کے ساتھ جارہی ہوں‘ اب کسی بھی فضول بندے کی منت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے تیکھے سے انداز اور سلگتی نگاہ نے اذعان کو بہت محظوظ کیا تھا۔

"اس وقت ہمارے انکل نے بالکل ظالم سماج والا رول پلے کیا ہے۔"

مثال کے جانے کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولا تو مون ہنسنے لگی۔

"آپ تو بچ گئے نا‘ آپ کو تو ویسے بھی منگنی شدہ خواتین کے ساتھ باہر جانے میں کچھ پرابلم ہے۔"

"ویسے ہدیٰ یار یہ لڑکی اپنی شادی والے روز بھی دستیاب ہوگی یا نہیں؟" اذعان کے معصومانہ انداز میں پوچھنے پر سب ہنسنے لگے۔

"اللہ رحم کرے‘ اذعان پر۔ موصوفہ کو زنانہ دلچسپیوں سے خاصی الرجی ہے۔" ارسلان نے اسے ڈرانا چاہا تھا۔

"کیا مطلب......؟" اس نے بھویں اچکائیں پھر شرارت سے بولا۔ "کہیں وہ داڑھی مونچھیں بڑھانے میں تو انٹرسٹڈ نہیں ہے؟"

"توبہ ہے‘ آپ سے تو اذعان بھائی۔" ہدیٰ کو بیساختہ ہنسی نے آلیا۔

"وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔ زندگی آپ کے موڈ پر نہیں‘ حالات پر ڈیپنڈ کرتی ہے۔ وہ بھی وقت کے ساتھ سب کچھ سیکھ لے گی۔" روبی نے بہت ملائمت سے کہتے ہوئے بحث سمیٹ دی تھی اور پھر واقعی تھوڑی ہی دیر میں ان کی باتوں کا رخ بدل چکا تھا۔



روبی کی شادی میں فقط ایک ہفتہ ہی باقی رہ گیا تھا۔ جہاں گھر کی رونق اور شور ہنگامے میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا‘ وہیں کاموں کی تعداد اور بازاروں کے چکر بھی بڑھتے جارہے تھے۔ لڑکیاں اگر اپنے کپڑوں‘ جوتوں اور میچنگ جیولری کے لئے ہلکان ہو رہی تھیں تو تمام لڑکوں کو مینجمنٹ نے چکر میں ڈالا ہوا تھا۔ غرضیکہ ایک بہت دلفریب سا ہنگامہ تھا جسے مصروفیت اور تھکن کے باوجود سبھی انجوائے کررہے تھے۔ اور ان میں صرف مثال ہی نہیں تھی جس کے ایگزیمز آج ہی خدا خدا کرکے ختم ہوئے تھے۔ سب کو اس کی کمی بہت شدت سے محسوس ہورہی تھی۔ حالانکہ وہ ان سب ہنگاموں سے کوسوں دور بھاگتی تھی اور ان سب کو بھی شوخیوں اور شرارتوں پر ٹوکتی رہتی تھی مگر پھر بھی وہ ان سب کو بہت عزیز تھی۔

"اذعان......" وصی نے گیٹ سے داخل ہوتے ہی عجلت آمیز انداز میں اسے آواز دی تو وہ لان میں لائٹنگ کے لئے ارسلان سے ڈسکشن کررہا تھا‘ بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف بڑھا۔

"یار یہ کیا ناانصافی ہے۔ تم لوگوں کے تو مزے ہیں۔ ان ڈور کاموں کے لئے تم لوگ اور آؤٹ ڈور کے لئے صرف میں۔"

وہ خاصا روہانسا ہورہا تھا۔ اذعان نے اس کے شانے پر بازو پھیلالیا۔

"کیا ہوگیا میرے یار کو؟"

"ابو جان نے حکم دیا ہے کہ چچی اور ان کی آل اولاد کو ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے جاؤں اور آتی دفعہ ہٹلر کے زنانہ ایڈیشن کو بھی لانا ہے۔" وہ تپ کر بولا تو اذعان نے اس کے لفظوں پر ذرا سا غور کرنے کے بعد

سرسری انداز میں پوچھا۔
"یہ دوسری موصوفہ کون ہیں؟"
"کمال ہے یعنی تجھے پتہ ہی نہیں۔" وصی محظوظ ہو کر ہنسا پھر بولا۔ "مثال کی بات کررہا ہوں۔"
اذعان کا قہقہہ بہت بیساختہ تھا۔
"زبردست......"
"اچھا اب ان دونوں میں سے ایک ذمے داری تم اٹھالو۔" وصی فوراً اپنے مطلب پر آ گیا تو اذعان نے اپنا بازو اس کے شانوں پر سے ہٹالیا۔
"بھئی اب اپنی اپنی ذمے داریاں تو خود ہی نبھانی ہیں ناں۔"
"اپنی چچی جان کو تو میں مارے باندھے لے ہی آؤں گا مگر یہ جو آپ کی متوقع بیگم ہیں وہ قطعی آپ کی ذمے داری ہیں۔ نہیں تو پڑی رہیں گی یونہی ہوسٹل میں۔"
وصی نے سخت آف موڈ میں جواب دیا اسے پتہ تھا کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نکلنے والا نہیں ہے۔
"مگر میرا نام مثال کے وزیٹرز لسٹ میں نہیں ہے۔" اذعان نے اسے پچکارتے ہوئے کہا تو وہ جیسے سارے جہان سے بیزار چلا اٹھا۔
"اگر آج میں نے خودکشی کرلی تو میرا خون تمہارے سر ہوگا۔"
"کیا واقعی؟" اذعان نے شکی انداز میں اسے دیکھا تھا۔
"ہاں واقعی۔" اس نے دانت پیسے تو اذعان نے سر کھجاتے ہوئے شرارت سے کہا۔
"اوکے صرف تمہاری خاطر ورنہ مجھے منگنی شدہ خواتین کے ساتھ کہیں جانا بالکل پسند نہیں۔"
"تمہیں کہیں نہیں جانا بلکہ یہاں آنا ہے اس کے ساتھ۔" وصی نے بمشکل ضبط کیا تو اس نے شانے اچکادیئے۔
بہت سنجیدگی اور معتبرانہ انداز میں خود کو وصی کے نام سے متعارف کرانے کے بعد اب وہ ویٹنگ روم میں مثال کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں اسے شاندار القابات سے نوازتی وہاں آئی تھی کہ کل سے سامان باندھے بیٹھی تھی۔ ہوسٹل خالی ہوچکا تھا اور وہ اسے لینے آج آرہا تھا۔
"تم بہت بے ہودہ شخص ہو وصی......"
اندر آتے ہی اس نے لفظوں کا برسٹ مارا تو کلینڈر کی سینری کا تنقیدی جائزہ لیتا اذعان بہت اطمینان سے پلٹا۔ مثال جہاں کی تہاں رہ گئی۔
"السلام علیکم۔" اس کے جتانے والے انداز پر وہ ہوش میں آ گئی۔
"وصی کہاں ہے؟"
"یہ سلام کا نیا جواب ہے؟" اس نے بھنویں اچکائی تھیں۔
"وعلیکم السلام۔" وہ دانت پر دانت جما کر بولی پھر قدرے معتدل انداز میں پوچھنے لگی۔
"مجھے بتایا گیا تھا کہ وصی آیا ہے مجھے لینے۔"
"جی اور اگر یہ غلط بیانی نہ کرتا تو کوئی مجھے اندر گھسنے بھی نہ دیتا۔" وہ اس کے گندم کے خوشنما خوشوں جیسے روپ پر نظر ڈالتے ہوئے مسکرایا تو اسے غصہ آنے لگا۔
"گھر میں اور کوئی نہیں تھا کیا؟"
مثال کا انداز بیزار کن تھا مگر وہ بھی دل جلانے میں ماہر تھا اور دل بھی اگر مثال کا ہو تو کیا ہی بات تھی چنانچہ اطمینان سے بولا۔
"سبھی تھے مگر افسوس یہاں آنے کو کوئی تیار نہیں تھا۔"
اب چاہے اذعان کے اس جھوٹ پر اسے زیرو پرسنٹ بھی یقین نہ تھا پھر بھی وہ سلگ اٹھی۔
"پھر کیا ضرورت تھی مجھے بلانے کی؟"
"میں نے تو کہا تھا رہنے دو مگر سب کو تمہاری موجودگی ضروری لگ رہی تھی۔"
اس کے سادگی سے کہنے پر وہ چیخ کر رہ گئی۔

"تو تم سے کس نے کہا تھا مجھے لینے آؤ؟"
"میرے پرابلم کا تو تمہیں پتہ ہی ہے وہی منگنی شدہ خواتین والا۔ بس وصی کی منتوں کا بھرم رکھا ہے میں نے۔"
ہارنا تو اذعان نے سیکھا ہی نہیں تھا اور یوں بھی مثال کو غصے میں سلگتے لال ہوتے اور لب کچلتے دیکھنا اسے ہر منظر سے زیادہ بھاتا تھا۔ یوں تنی تنی مغروری وہ اسے سیدھی دل میں اترتی محسوس ہوتی تھی۔
"میں بھی تمہارے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔ ابو کو بھیج دینا میں آجاؤں گی۔" وہ بہت اطمینان سے صوفے میں دھنستے ہوئے بولی۔
"گھر میں کوئی بھی اتنا فضول اور فالتو نہیں ہے جو تمہیں لینے آئے۔"
"اوہ...... یعنی فقط تم ہی فضول اور فالتو تھے جو بھجوادیئے گئے؟" وہ سر ہلا کر طنزاً بولی جواباً اذعان نے قہقہہ لگایا تھا۔
"وری ویل سیڈ......"
وہ سر جھٹکتی سامان لانے چلی گئی۔
بہت خاموشی سے سارا سفر گزرا تھا۔ پھر جیسے اچانک یاد آنے پر اذعان نے ڈیش بورڈ پر سے ایک گفٹ پیک اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔
"یہ تمہارے لئے ہے۔"
"کیا ہے یہ......؟" مثال کی تیوریاں فوراً چڑھ گئی تھیں۔
"یہ تمہاری پچھلی برتھ ڈے کا گفٹ ہے۔ ایک بک ہے بہت انٹرسٹنگ۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں بولا اور کتابوں میں تو مثال کی جان تھی چاہے جہاں سے اور جیسے بھی ملتی جب تک پڑھ نہیں لیتی تھی چین نہیں آتا تھا۔ اب بھی دل روک رہا تھا جبکہ ہاتھ گفٹ پکڑنے کو بےتاب تھے۔
"اس کی کیا ضرورت ہے؟" وہ بہت تکلف سے بولی تھی۔
"دوست کی حیثیت سے۔"
اس کا ہاتھ ہنوز بڑھا ہوا تھا جبکہ دائیں ہاتھ میں وہ اسٹیئرنگ وہیل سنبھالے سلو ڈرائیونگ کررہا تھا۔
"تھینک یو۔"
مزید اکڑ دکھائے بغیر مثال نے سنجیدگی سے کتاب لے لی اور بیگ میں ڈال دی۔ فی الوقت تو یہی ظاہر کرنا تھا کہ اس کے تحفے سے اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔
"شکریہ تو مجھے کہنا چاہئے کیونکہ تم نے میرا گفٹ قبول کرلیا ہے۔" وہ متبسم ہوا تھا۔ مثال خاموشی سے باہر دیکھنے لگی۔
گاڑی پورچ میں رکتے ہی وہ اپنا سامان لئے اندر چلی گئی۔ اذعان نے اندر جاتے ہی سب سے پہلے وصی کی تلاش میں نظر دوڑائی تھی جس کے متعلق پتہ چلا کہ وہ چچی جان کو لینے ائرپورٹ جاچکا ہے جو ملتان سے تشریف لارہی تھیں۔
"ویسے یہ کون سی چچی جان ہیں؟" اذعان نے تعارف چاہا تھا۔
"ابو کے چچازاد بھائی کی بیوہ ہیں۔ بہت زیادہ آنا جانا تو نہیں ہے مگر خوشی اور غم کے مواقع پر ضرور ملاقات ہوجاتی ہے۔ اپنے دو بچوں کے ساتھ آرہی ہیں۔" روبی نے وضاحت کی تو وہ سر ہلا کر ارسلان کے ساتھ لڑکوں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

●●●

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے آگے آگے ہو کر اپنا آپ دکھانے کی اور نہ ہی ان سب کے ساتھ آوارہ گردی کے لئے کہیں جانے کی۔ آرام سے اماں کے ساتھ ساتھ رہنا۔ کہیں زیادہ آزادی پاکر تمہارے بھی پر نہ نکل آئیں۔ جان نکال دوں گا اگر مجھے کسی فضول ایکٹی ویٹی میں شریک دکھائی دیں تو۔"
یہ سب اس لیکچر کا لب لباب تھا جو لاہور جانے سے پہلے احسن نے اسے دیا تھا اور تب تو وہ حیا کے

مارے گنگ ہوگئی کہ یہ سب باتیں کرنے والا اس کا اپنا ماں جایا تھا مگر ماں کے سامنے وہ بے اختیار رو دی۔

”اس سے تو اچھا ہے کہ آپ لوگ مجھے گھر ہی میں بند کر جائیں۔ اگر ایسی ہی بری ہیں ان کی لڑکیاں اور وہ لوگ تو پھر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔“

”ٹھیک کہہ رہا ہے وہ۔ اب اونچ نیچ تو سمجھانی ہی پڑتی ہے نا‘ بچی تو نہیں ہو تم۔“ اماں کے انداز میں لاپروائی ہی نہیں لاابالی پن بھی ہوتا تھا۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ تو انہیں کبھی بھی نہیں آیا تھا۔ ایک وہی پتہ نہیں کیسی حساس روح ان کے ہاں پیدا ہوگئی تھی۔

”تو آپ سمجھائیں نا‘ اونچ نیچ۔ بھائی کے منہ سے ایسی بات اچھی لگتی ہے کیا؟ اور اوپر سے ان کا انداز۔“

اس کے تو آنسو ہی تھمنے میں نہیں آرہے تھے۔ اور اماں حیران ہورہی تھیں کہ آخر اسے اتنا رونا کس بات پر آرہا ہے۔

”آئے ہائے اب باپ بھائی اپنی بچیوں کو سمجھانا بھی چھوڑ دیں؟“

”رہنے دیں اماں۔ آپ کی عزت نفس تو شوہر اور اب بیٹے نے ختم کرکے رکھ دی ہے‘ آپ کے پاس وہ دل و دماغ ہی نہیں رہا کہ جسے ان کی انتہا پسندی جھنجھوڑ دے۔“

وہ حد درجہ بیزار ہوگئی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے لاہور جانے کی تیاری کی تھی۔ احسن کے رویے اور لفظوں نے دل پر آبلے سے ڈال دیئے تھے۔ ایک ہی خیال نے دل و دماغ کو آکٹوپس کی طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ اسے ایک تھرڈ کلاس خیالات رکھنے والی کمزور کردار کی لڑکی سمجھتا تھا۔ اسی لئے اس کی عزت نفس کا پاس رکھے بغیر اتنی گھٹیا باتیں کر جاتا تھا‘ جو بہن تو کیا کسی بھی لڑکی سے کہنے والی نہیں ہوتیں۔ اس کی سوچ پر بڑھاپا طاری ہونے لگا تھا۔ ایک ایک بات اس قدر تنگ کرتی کہ وہ دنوں سوچ سوچ کر رویا کرتی تھی۔

اماں تو کئی بار لاہور جاچکی تھیں اور احسن کا بھی تین چار مرتبہ چکر لگا تھا‘ جبکہ ریبا کا یہ کسی بھی شہر کے لئے پہلا سفر تھا جو احسن کی تنبیہی نظروں اور ماتھے کی شکنوں کی وجہ سے بدمزہ ہی رہا تھا۔

”السلام علیکم چچی جان۔“

وہ لڑکا ایک دم سے بولا تو ریبا اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ احسن نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ اماں کے ساتھ چپک گئی‘ جبکہ اماں اب تعارف کے مراحل سے گزرنے کے بعد اس لڑکے کے صدقے واری جارہی تھیں۔

”تمہیں آنے کی کیا ضرورت تھی‘ ہم ٹیکسی کرکے آجاتے۔“ احسن نے بہت رکھائی کا مظاہرہ کیا مگر وصی کو اپنی خوش مزاجی میں اس کی سرد مہری محسوس ہی نہیں ہوئی تھی۔

”میں تو کہہ رہا تھا مگر ہمارے ابو جان کہاں مانتے ہیں۔ لے کے مجھے دوڑا دیا۔ ‍یچ میں تو اس ایک ہفتے میں آدھا بھی نہیں رہا۔ کہاں تو لوگ میری اسمارٹنس کی مثال دیا کرتے تھے اور کہاں یہ کہ اب چہرے پر پھٹکار برسنے لگی ہے۔ بھاگ دوڑ کرتے کرتے‘ سر چکرایا رہنے لگا ہے۔ وقت سے پہلے بڑھاپا طاری ہورہا ہے۔“

گاڑی میں بیٹھنے تک وصی کی روداد احسن کو عاجز کرچکی تھی۔ اماں تو خیر اس کے نان اسٹاپ بولنے کی عادت سے واقف تھیں مگر ریبا کو حیرت بھی ہورہی تھی اور لطف بھی آرہا تھا۔

”اور گھر میں سب کیسے ہیں؟“ احسن نے بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے اس کی ”زبان بندی“ کی کوشش کی تھی۔

”آج کل تو کچھ مت پوچھیں۔ سب کا عجیب ہی حال ہے۔ لڑکیاں ہیں تو وہ بولائی پھر رہی ہیں۔ دو ہفتے پہلے ہی بیوٹی پارلرز سے ٹائم لے لیا ہے پھر بھی گھر بیٹھے ٹوٹکے جاری ہیں‘ نتیجتاً کسی کے چہرے پر دانے نکل آئے ہیں‘ کسی کو اسکن پرابلم ہوگئی ہے۔ کپڑوں کا مسئلہ الگ ہے۔ دن رات ٹیلر کے چکر لگ رہے ہیں۔ وہ خود چڑایا ہوا ہے‘ اب اتنی زیادہ لڑکیوں کے کپڑے اور پھر فرمائش یہ کہ ہر ایک کا علیحدہ اور یونیک سا ڈیزائن ہو‘ خاصی مشکل فرمائش ہے اور لڑکے بیچارے تو بس کاموں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں جیسے میں......“

وصی کی زبان چلی تو پھر گھر آنے تک نہیں رکی تھی۔ احسن کا سر دکھنے لگا۔ اس کے تاثرات دیکھ کر ریبا کو ہنسی آرہی تھی۔ سفر کی بدمزگی کی کسر وصی کی باتوں نے پوری طرح نکال دی تھی۔

گھر پہنچتے ہی سب نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ احسن تو بہت پہلے یہاں آچکا تھا مگر ریبا سے سب کا پہلا تعارف تھا۔

”بہت پیاری ہے یہ تو......“ روبی نے اسے خود سے لپٹایا تھا۔

”آئیے‘ میں آپ کو سب سے ملواتا ہوں۔“ وصی نے بیزار کھڑے احسن کو متوجہ کیا تو وہ اکتا کر بولا۔

”میں پہلے شاور لینا چاہتا ہوں پھر تھوڑا اسا ریسٹ کروں گا۔“

وصی نے سوالیہ نظروں سے روبی کو دیکھا تو وہ اس کا مطلب سمجھتے ہوئے بولی۔

”انہیں اپنے کمرے میں لے جاؤ وصی۔ یہ وہیں ٹھہریں گے۔“

احسن کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر وہ باقی لڑکوں کے پاس آگیا۔

”یہ بندہ تو اور بھی کڑوا ہوگیا ہے یار۔“ اس نے اظہار خیال کیا تو سبھی اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

”زینت چچی کے بیٹے احسن کی بات کررہا ہوں۔ اچھی پوسٹ پہ کیا لگ گیا ہے کہ اس کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔ یوں اکڑ رہا تھا جیسے کہیں پرائے ہی لگا ہوا ہو۔“

وصی کو شروع ہی سے احسن کی اکڑ اور تنفر سے بھرا انداز سخت کوفت میں مبتلا کرتا تھا۔

”ہوتے ہیں‘ کچھ لوگ ایسے بھی‘ خدا کا دیا جن سے ہضم نہیں ہوتا۔“ اعزاز نے لاپروائی سے کہا۔

”خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر غرور...... چہ معنی دارد؟“ وصی نے بھویں اچکائی تھیں۔

”زیادہ غصہ تو تمہیں ایئرپورٹ جانے کا ہی ہے۔ اب چھوڑ دو‘ اس کی جان۔ وہ تو شروع ہی سے ایسا ہے۔“ ارسلان نے اس کے موڈ پر چوٹ کی تو وہ ایک آہ بھر کر بستر پر دراز ہوگیا۔

شا کو تمام کاموں سے فراغت پانے کے بعد سب ڈھولک لے کر بیٹھ گئیں تو انہوں نے ہزار انکار اور آنکھیں دکھانے کے باوجود مثال کو بھی ساتھ گھسیٹ لیا تھا۔

”بہت ہوچکی کتابوں کے ساتھ مغز ماری۔ چار دن تو انسانوں میں گزار لو۔“ ہدیٰ نے اسے لتاڑا تھا۔ اسے مثال کی آدم بیزاری سے سخت کوفت ہوتی تھی۔ خود وہ ہر دم ملے گلے پر آمادہ رہتی تھی ہر شوخی و شرارت میں پیش پیش ہوتی تھی۔ ایسے میں مثال کا بڑی اماں جیسا کردار اسے زہر لگتا تھا۔

”ارے واہ...... اصل رونق تو یہاں لگی ہے۔“

اذعان کی معیت میں وہ سب سیٹنگ روم میں گھس آئے تھے۔ وصی کی امی سے باتوں میں مصروف احسن نے سخت ناگواری سے ان سب کو دیکھا تھا جو یوں آزادی سے لڑکیوں میں گھس آئے تھے۔ حالانکہ وہ خود بھی جب سے وہاں بیٹھا تھا‘ حقیقتاً لڑکیوں کی باتوں اور سریلے قہقہوں ہی کو انجوائے کررہا تھا مگر بظاہر اس کی سنجیدگی اور لئے دیئے رہنے والا انداز کسی کو اس کے اندر کا پتہ نہیں دے پاتا تھا۔

”چلو بھئی اب تو آڈین بھی آگئی ہے۔ جلدی سے گانا اسٹارٹ کرو تاکہ انہیں بھی ہماری صلاحیت کا

اندازہ ہو۔" مون نے جلدی مچائی تھی۔

"گانا اور لڑکیاں؟ ہاں۔" اذعان کے تمسخرانہ انداز پر وہ سب چیخ اٹھیں۔

"آپ کا کیا خیال ہے کہ لڑکیاں گانا نہیں گا سکتیں؟" نادیہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"میری تو آج تک کسی سریلی لڑکی سے ملاقات نہیں ہوئی۔" اعزاز نے مایوسی سے سر ہلایا تو سدرہ نے طنز کیا۔

"دراصل اتنے ڈھیر سارے بے سروں کو سن کر آپ کی حس لطافت جواب دے چکی ہے۔"

"تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ لوگ گانا گا سکتی ہیں؟" اذعان نے بے یقینی سے پوچھا جس سے لڑکیوں کے احساسات کافی مجروح ہوئے تھے' جبکہ مثال کو اذعان کا یہ چلبلا پن اور شوخی بالکل بھی نہیں بھا رہی تھی' بھلا یہ بھی کوئی مردانہ پن ہوا کہ لڑکیوں میں لڑکی بن بیٹھے' کہ ان کی سہیلی ہی لگنے لگیں۔

"یہ تو فاؤل ہے اذعان بھائی۔ آپ سنے بغیر ہی ہمیں فیل کر رہے ہیں۔" سدرہ ناراضگی سے بولی تو اس نے مصالحانہ انداز میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"اوکے' تم لوگ اسٹارٹ کرو' ابھی پتہ چل جائے گا۔"

سدرہ نے ڈھولک پر تھاپ دی اور اس کے ساتھ ہی مختصر مشورے کے بعد کئی سریلی آوازیں ایک ساتھ ابھری تھیں۔

"بابل کا یہ گھر گوری کچھ دن کا ٹھکانہ ہے......"

"کر کے میک اپ تجھے کل اپنے میاں کو ڈرانا ہے۔" دوسرا مصرعہ بالکل اسی لے اور تان میں اذعان نے اٹھایا تو وہ سب گانا چھوڑ کر ہنسنے لگیں۔

"اذعان بھائی بی سیریس۔" ہدیٰ نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"کون کہتا ہے کہ خاموش ہو جاؤ۔ تم لوگوں نے تو دعویٰ کیا ہے گانے کا۔ اب گا کر دکھاؤ' ہم لوگ تو بالکل سیریس بیٹھے ہیں۔" صوفے میں دھنسا ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ بہت بے نیازی سے کہہ رہا تھا۔

"بیوقوف کبھی اپنی حرکتوں پر نہیں ہنستا۔" مثال کے پاس ہی تو وہ بیٹھا تھا' بھلا کیوں نہ سنتا۔

"اسی لئے تو اتنی سیریس رہتی ہو۔ میں یونہی حیران ہوتا رہا۔"

"بدتمیز......" وہ دانت پیستی رخ موڑ گئی تھی۔

"ماہی آوے گا میں پھلاں نال دھرتی سجاواں گی۔

اوہنوں دل والے رنگلے پلنگ تے بٹھاواں گی۔"

"ماراں گی جوتیاں......" بہت ہی پُر جستگی سے انہوں نے اپنی پاٹ دار آواز میں مصرعہ مکمل کیا تو کنٹرول کرتے ہوئے بھی وہ سب ہنس دیں۔ ایک عجیب سی سچویشن بن گئی تھی کہ وہ سنجیدہ ہونا چاہتی تھیں مگر ہنسی رک نہیں رہی تھی۔

مثال ان لوگوں کی ڈھٹائی سے عاجز آ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"چلو بھئی' اب تسلی سے گاؤ' فضول لوگ جا رہے ہیں۔"

انہیں پچکارتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا' ساتھ ہی باقی سب کو بھی اٹھایا۔ اس کی بات ذومعنی تھی' مثال کی سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے یا اپنے گروپ سے متعلق بات کر رہا ہے پھر بھی اس کی رنگت تپ اٹھی تھی۔ وہ باہر نکلنے کے بجائے چچی جان کے پاس جا بیٹھی جو احسن سے باتوں میں مصروف تھیں۔

اور تھوڑی ہی دیر میں مثال کو لگا تھا' جیسے وہ ایک بہت سنجیدہ اور سمجھدار شخص کی باتیں سن رہی ہے۔ بے اختیار ہی وہ ان کی گفتگو میں شریک ہوئی تھی اور اس کے بعد چچی جان کی بات تو کہیں بیچ ہی میں رہ گئی اور وہ دونوں عالمی مسائل میں الجھ گئے۔

"صحیح معنوں میں آج مجھے احساس ہوا ہے کہ تعلیم

انسان کے ذہن پر کتنا گہرا اثر ڈالتی ہے۔"
اپنی وارڈروب ٹھیک کرتے ہوئے وہ ستائشی انداز میں بولی تو ہدیٰ نے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے اسے گھورا۔
"اور یہ احساس تمہیں احسن بھائی کے ساتھ آدھے گھنٹے کی سیر حاصل گفتگو کے بعد ہوا ہوگا۔"
ہدیٰ کی بات سے ظاہر تھا کہ وہ اتنی بے خبر نہیں تھی جتنی کہ لگ رہی تھی۔
"بالکل......" اس نے اپنا شولڈر بیگ کھولتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا پھر اسی توصیفی انداز میں بولی۔
"ایمان سے ہدیٰ اتنی اچھی ناچ ہے اس بندے کی۔ میں تو بہت امپریس ہوئی ہوں' اوپر سے کتنا سوبر اور ڈیسنٹ سا اسٹائل ہے اس کا۔ مردوں کو یونہی ہونا چاہئے۔"
"ہاں' یونہی ہونا چاہئے' کلف زدہ۔ بندہ ان کے دانتوں کے دیدار کی حسرت لئے ہی مرجائے۔"
مون نے بھی اینٹری دے کر اپنے جاگنے کا اشارہ دیا تھا۔ ان دونوں کے ہنسنے پر مثال تاسف سے سر ہلانے لگی۔ تبھی اذعان کی گفٹ شدہ کتاب اس کے ہاتھ لگی تو وہ بیگ سے نکال کر دیکھنے لگی۔
"اوہو...... یہ گفٹ کہاں سے آیا ہے؟" ہدیٰ متجسس ہوئی تھی۔
"بس آہی گیا ہے کہیں سے۔"
وہ ریپر اتارتی اپنے بستر کی طرف بڑھی تھی۔ شفاف جلد والی کتاب کے کور پر کوئی نام نہیں تھا۔ ہلکی سی حیرت کے ساتھ اس نے کتاب کو کھولا تو جیسے کرنٹ کے جھٹکے نے اسے بے اختیار چیخنے پر مجبور کردیا ہو' کتاب ہاتھوں سے اچھل کر دور جاگری تھی۔
"الٰہی خیر......" ہدیٰ اور مون ہڑبڑا کر اٹھی تھیں۔
"کیا ہوا ہے؟" ہدیٰ نے اس کا بازو ہلایا۔ وہ ساکت کھڑی بہت بے یقینی سے اس کتاب کو دیکھ رہی تھی۔
"وہ......وہ کتاب میں......" بات مکمل نہیں ہوئی اور رونا پہلے آگیا تھا۔ ہدیٰ نے تیزی سے آگے بڑھ کر کتاب اٹھا کر کھولی تو اسے بھی کرنٹ کا خفیف سا جھٹکا لگا۔ کتاب ویسے ہی اس کے ہاتھوں سے گری مگر اس کا ردعمل مثال سے بالکل مختلف تھا۔ ہلکی سی چیخ مارنے کے بعد اس نے ہنسنا شروع کردیا' جبکہ مثال ہتھیلیوں سے آنکھوں کو رگڑتی اپنے بستر پر جا بیٹھی تھی۔
"یہ کوئی جادوئی کتاب ہے۔ ایک بہن رو رہی ہے' دوسری ہنس رہی ہے۔" مون نے حیرت سے کہا تو ہدیٰ نے کتاب اٹھا کر اس کی طرف اچھال دی۔ اگلے ہی لمحے مون کا بھی اسی جیسا حشر ہوا تھا۔
"خیریت تو ہے نا' کیا پھر سے کوئی کاکروچ نکل آیا ہے؟" وصی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔
"تم بھی آکر دیکھ لو۔ مثال کو کسی نے بہت یونیک سا گفٹ دیا ہے۔ دیکھتے ہی خوشی سے چیخ نکل جاتی ہے۔" مون نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو وہ اندر چلا آیا۔ کتاب دیکھتے ہی وہ ہنسنے لگا تھا۔
"منگیتر سے چوری چوری گفٹ لوگی تو یہی حال ہوگا نا۔"
"کیا مطلب؟" وہ دونوں حیران ہوئی تھیں جبکہ مثال خاموشی سے بیٹھی تھی۔
"یہ اذعان لایا تھا۔ اسی نے دی ہوگی۔" وصی نے بتایا پھر مثال سے پوچھا۔ "اب سنبھال کے رکھ لو پیار کا پہلا تحفہ۔"
"دفع ہوجاؤ یہاں سے اور یہ گفٹ لے جاکے اس شخص کے منہ پر مارنا۔" وہ دفعتاً ہی غرائی تھی۔
"بہت بری بات ہے مثال۔" مون نے اسے گھڑکا تو وہ تپ اٹھی۔
"تم لوگوں کے لئے تو اچھی بات یہی ہوگی کہ وہ مجھے فوت کرڈالے۔"
"اتنا اچھا مذاق کیا ہے ذرا سا سراہنے میں کوئی

مضائقہ تو نہیں ہے۔" ہدیٰ کو بھی اس کے الفاظ اچھے نہیں لگے تھے' وصی ہنستا ہوا چلا گیا۔
"اس شخص میں اور کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے' بس اس کے مذاق کو سراہتے رہو۔ جاہلوں جیسی حرکتوں پر انہی کی طرح ہنسنا اور سراہنا مجھے نہیں آتا۔ یہ بس اسی کا کام ہے۔"
وہ غصے میں تھی۔ اذعان پر اس قدر طیش آرہا تھا کہ حد نہیں۔ اچھا تو وہ پہلے بھی نہیں لگتا تھا کہ ہر وقت سب کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کرنے کی عادت مثال کو پسند نہیں تھی مگر اب تو وہ جب سے آیا تھا' مسلسل مثال کو اپنی شرارتوں کی زد میں لئے ہوئے تھا۔
"تم خواہ مخواہ خود پر بزرگی طاری کرکے معتبر بننے کی کوشش مت کیا کرو۔ کبھی ہنسنے والی بات پر ہنس بھی لیتے ہیں۔" ہدیٰ بھی اسی انداز میں بولی تھی۔
"دوسروں کے ساتھ اخلاق سے گری حرکتیں کرنے کے بعد ہنسنا ہنسانا تو جیسے بہت اچھی بات ہے۔"
"وہ یہ سب دوستی میں کرتے ہیں' انجوائے کرنے کے لئے۔"
"ہاں' اس کے لئے دوسروں کو بیوقوف بنانا سب سے بڑی انجوائے منٹ ہے۔ میں باز آئی ایسی دوستی سے۔" وہ بہت بیزار کن انداز میں بولی تو ہدیٰ نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔
"مطلب کیا ہے' تمہارے ان انداز و الفاظ کا؟ رشتہ تو بہت خاص ہے' تم دونوں کے درمیان۔"
مثال نے فوراً اس کی تصحیح کی تھی۔
"ہمارے نہیں بلکہ بڑوں کے درمیان۔ مجھے وہ کبھی بھی اس حیثیت سے اچھا نہیں لگا۔ وہ میرا آئیڈیل نہیں ہے۔"
اس سے پہلے بھی وہ اذعان سے متعلق ناگواری کا اظہار کرتی رہتی تھی مگر یوں علی الاعلان اس نے پہلی بار اسے ریجیکٹ کیا تھا۔ چند ثانیے تاسف کا شکار رہنے کے بعد ہدیٰ نے تلخی سے کہا۔
"خود تو تم جیسے بہت پرفیکٹ ہو۔ چار کلاسیں پڑھ کر خود کو سقراط کی شاگرد سمجھنے لگی ہو۔"
"بہت بری بات ہے مثال۔ بھلا اذعان بھائی میں کس بات کی کمی ہے۔ اتنے خوبصورت ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں' بہت کیئرنگ ہیں۔"
مون کو بھی اس کے خیالات پر افسوس ہوا تھا مگر مثال کو ان کے احساسات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ لاپروائی سے بولی۔
"ہوگا مگر مجھے ایسے مرد اچھے نہیں لگتے۔ ہر بات بلکہ ہر فضول بات میں ٹانگ اڑانے والے۔ ہر وقت بچوں کی طرح شور و غل اور شرارتوں میں سب سے آگے۔ مردوں کو بہت ڈیسنٹ اور سوبر ہونا چاہئے۔ جتنا بلاؤ اتنا بولنا چاہئے۔ لئے دیئے رہنے والا اسٹائل ہونا چاہئے' یہ کیا کہ ہر ایک کے آگے بچھے جارہے ہیں۔ اونہہ...... پڑھے لکھے۔"
"تم ذرا اپنے دماغ کو عرش سے نیچے ہی رکھو۔ سمجھ گئیں؟" ہدیٰ کو بے تحاشہ غصہ آیا تھا۔
"یہ میری زندگی ہے اور اس کا فیصلہ کرنے کا حق بھی میرا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔
"مثال! تم ذرا سی بات کو لے کے اتنا خفا ہو رہی ہو۔ اتنا کچھ تو کزنز میں چلتا ہی رہتا ہے۔" اس کے نیلے انداز نے مون کو بھی پریشان کیا تھا۔
"یہ صرف آج کی بات نہیں۔ قطرہ قطرہ مل کے دریا بنتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی سے ایسا ہے۔ دوسروں کو چٹکیوں میں اڑانے والا۔ اپنے آپ کو عقلمند اور دوسروں کو بیوقوف سمجھنے والا۔" وہ اس سے سخت متنفر ہو رہی تھی۔
"اسے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے حاصل شدہ تعلیم کا اپنا ہی ایک مطلب نکال رکھا ہے۔" ہدیٰ نے استہزائیہ انداز میں کہا تو وہ کچھ کہے بغیر کمبل تان کر لیٹ گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ

گئیں۔

اگلے روز کراچی سے ماموں جان کی باقی فیملی بھی آ گئی تھی۔ ماموں، ممانی اور دونوں بہنیں اذعان سے یوں مل رہی تھیں، جیسے پتہ نہیں کتنے دنوں کے بعد ملاقات ہو رہی تھی۔

"بھئی، ہماری بہو کدھر ہے؟" ماموں جان نے اپنے مخصوص بشاشت بھرے انداز میں پوچھا تو کچن میں روبی کے ساتھ مل کر چائے تیار کرتی مثال کا ہاتھ کانپ سا گیا۔ "بہو" کا لفظ عجیب سا احساس پیدا کر گیا تھا۔

"جاؤ بھئی، بلاوہ آیا ہے۔" روبی نے ٹہوکا دیا تو وہ گہری سانس لیتی سلیقے سے دوپٹہ اوڑھتی لاؤنج میں چلی آئی۔ سب بہت محبت سے ملے تھے۔

"اور بھئی صاحبزادے ہاتھ بھی بٹا رہے ہو یا محض انجوائے منٹ ہی ہو رہی ہے؟"

ماموں جان اب اذعان کی کلاس لے رہے تھے جو بے حد سنجیدہ بنا بیٹھا تھا۔

"جی سارے انتظامات مکمل ہیں۔"

"واقعی بہت ذمے داری سے کام کیا ہے اذعان نے۔" مثال کی امی نے سچائی سے کہا تو ممانی جان ہنس دیں۔

"داماد ہے نا اس لئے اتنی تعریفیں ہو رہی ہیں ورنہ مجھ سے پوچھیں کتنا تنگ کرتا ہے۔"

"بھئی، ہمارے ہاں تو ساری رونق ہی اذعان کے دم سے ہے۔" چچی جان نے بھی تائید کی تو اب یہ تائید کے لئے مثال کی طرف جھکی۔

"کیوں بھابی جان......؟"

"اف......" سب کے ہنسنے پر خجالت سے اس کا چہرہ تپ اٹھا تھا۔ اذعان کے ہونٹوں پر بھی بیساختہ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"میں...... چائے لاتی ہوں۔" وہ اپنی ناگواری کو دباتی سنجیدہ سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"پتہ نہیں لوگ بولنے سے پہلے سوچتے کیوں نہیں ہیں۔" کچن میں آ کر وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"کیونکہ ان کے دل صاف ہیں اور یہ سب تم سے محبت کرتے ہیں۔" روبی اس کا انداز اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"محبت میرا مسئلہ نہیں ہے۔"

"محبت مسئلہ ہوتی نہیں بن جاتی ہے۔" روبی نے مسکرا کر کہا تو وہ تنک کر بولی۔

"مجھے اس شخص سے کوئی توقع نہیں ہے۔"

"حالانکہ ہونی چاہئے۔" روبی نے کیک والی پلیٹ ٹرالی میں رکھتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔

"آپی! آخر آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے کہ زبردستی کسی کے دل میں کسی کے لئے جذبات پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ محبت اور نفرت خود بخود آپ کے اندر سے پھوٹتی ہے۔ میرے لئے یہ رشتہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔"

وہ اس قدر برتنفر اور اٹل انداز میں بولی تھی کہ روبی اسے ہکا بکا ہو کر دیکھنے لگی۔ پھر حواس میں آتے ہوئے دھیمے مگر سخت لہجے میں اس پر برس پڑی۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ ایسے بات کرتے ہیں؟"

"جب یہ حقیقت ہے تو میں اسے کیوں چھپاؤں۔ ایک شخص کے لئے میرے احساسات ہی نہیں ہیں تو میں کیوں اسے اپنے پلو سے باندھے پھروں؟"

"تو تم یہیں کی ہو کر رہ گئی ہو۔ اب آ بھی جاؤ۔" عرشیہ اچانک ہی کچن میں چلی آئی تھی۔ مثال فوراً پلیٹ کر کپ نکالنے لگی جبکہ روبی کو اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے میں بہت دقت پیش آئی تھی۔

"ہم بس آ ہی رہے تھے۔"

"ایمان سے آپی سارا روپ تو آپ پر آ گیا ہے۔ ہماری تیاری کیا خاک لگے گی شادی پر۔" عرشیہ

نے بیساختہ کہا تو اس کے یوں کھلے لفظوں میں تعریف کر دینے پر روبی جھینپ گئی۔

"اچھا اب بہت باتیں مت کرو۔"

"سو فیصد سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ تیقن سے بولی پھر مثال کی کمر کے گرد بازو ڈالتے ہوئے محبت سے بولی۔

"اور میری پیاری سی بھابی آج کل کیا کر رہی ہیں؟"

"تمہارے بھائی کو برداشت کر رہی ہوں۔" وہ لگی لپٹی رکھے بغیر رکھائی سے بولی تو عرشیہ نے بیساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا پھر اسے بھینچ کر بولی۔

"اچھا ہے نا، تمہیں پہلے ہی سے عادت ڈال رہے ہیں۔"

روبی کی ہنسی اور عرشیہ کی ذومعنویت نے رنگت تپا ڈالی تھی۔

"شٹ اپ عرشی......" اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ خفگی سے پیچھے ہٹی تھی۔

یہ ہے انداز تغافل تو قیامت ہوگی
کیا کرے گا وہ جسے تم سے محبت ہوگی

عرشیہ بھی بھائی کی طرح چکنا گھڑا تھی، بہت انداز سے بولی تو وہ جل کر رہ گئی۔

"جب ذرا افاقہ ہو جائے تب مجھ سے بات کرنا۔"

وہ ٹرالی ایک طرف کر کے منہ پھلائے چلی گئی تھی۔ روبی نے گہری سانس لی۔

"بہت بے وقوف ہے یہ۔"

"ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ نے سنا نہیں کہ عشق وہ آتش ہے جو لگائے نہ لگے مگر جب لگ جائے تو پھر بجھائے نہ بجھے۔"

وہ شرارت بھرے لاپروا انداز میں بولی تو روبی نے اسے دیکھتے ہوئے تاسف سے سر ہلایا اور ہمدردانہ انداز میں بولی۔

"میرے خیال میں تمہیں ایک کپ گرما گرم چائے کی سخت ضرورت ہے۔"

ہزار منتوں کے بعد بھی اذعان ان سب کو بازار لے جانے کو تیار نہیں ہوا تھا۔ منتوں کے بعد دھمکیوں کی باری آئی مگر وہ سب بھی بیکار گئیں۔

"تم سب میں اتنا کانفیڈینس تو ہونا چاہئے کہ جا کر خریداری کر سکو۔" وہ مصروف انداز میں سی ڈی کی ڈسک چیک کرتے ہوئے بولا تو وہ تلملا اٹھیں۔

"خریداری تو ہم خود ہی کریں گی مسئلہ تو صرف ڈرائیور کا ہے۔" مون نے لگی لپٹی رکھے بغیر اسے جتایا تو وہ آرام سے بولا۔

"خدا نے ٹانگیں اسی کام کے لئے دی ہیں کہ ان کے ڈرائیور آپ خود ہوتی ہیں۔"

"اب اتنی دور ہم اکیلی جائیں۔ بڑوں میں سے کوئی بھی ساتھ نہیں ہے۔" ہدیٰ نے منہ بسورا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ تائی جان، چچی جان اور امی میں سے کوئی بھی فارغ نہیں تھا۔

"یہ چھ جوان جہان لڑکیوں کا دستہ اور "اکیلی"۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

"تو شرم کریں نا، چھ کو بھی اکیلے کیوں بھیج رہے ہیں۔" عرشیہ نے اسے تیہا دکھایا مگر وہ سی ڈیز سمیٹتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئی ایم سوری سسٹرز۔ تمہاری کوشش بہت اچھی تھی مگر میں اس وقت بالکل بھی جذباتی ہونے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"لاؤ مجھے دو گاڑی کی چابی۔" احسن بے حد سنجیدہ تھا۔ اسے تو یوں بھی لڑکیوں کا یوں لور لور پھرنا سخت ناگوار گزرتا تھا۔

"چلو بھئی، سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے، مل گیا ہے ڈرائیور۔" معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے اذعان مسکراتا ہوا چلا گیا تھا، جبکہ مثال کو احسن کا ذمے دارانہ انداز بہت پسند آیا تھا اور حقیقت تو یہ تھی

کہ ادھر ریبا باتھ روم میں گھسی رو رہی تھی۔ ہدیٰ نے اسے بھی بازار جانے کے لئے تیار کیا تھا۔

''اسی بہانے سے تم بھی لاہور کی تھوڑی سیر کرلینا۔''

اور احسن کو پتہ چلا تو وہ تن فن کرتا ریبا کے سر پر جا کھڑا ہوا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے یوں بازاروں میں مادر پدر آزاد پھرنے کی۔ یہ سب تو عادی ہیں' آوارہ گردی کرنے کی مگر تم یہاں شرافت ہی سے رہو۔ زیادہ پر پرزے نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

وہ سب احسن کی شکر گزار تھیں جو انہیں ساتھ لے گیا تھا بلکہ وہاں جا کر اس نے بہت صبر و تحمل کے ساتھ ان کی شاپنگ میں بھی مدد کی تھی۔ اس کا دھیما پن اور شائستگی آہستہ آہستہ مثال کے دل کے کواڑوں کو کھولتی جا رہی تھی۔

وہ سب گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئیں مگر مثال وہیں رکی رہی تھی۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ' آپ نے اتنی زحمت کی۔''

''اس میں شکریہ ادا کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اپنی فیملی کی خواتین کا ذمہ فیملی کے مردوں کا ہی ہوتا ہے۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو مثال نے بیساختہ ستائشی انداز میں کہا۔

''ہر کوئی آپ کی طرح نہیں سوچتا۔''

''ہوسکتا ہے۔'' وہ خفیف سے شانے اچکا کر بولا پھر قدرے سوچ کر پوچھنے لگا۔

''آپ شاید اذعان سے انگیج ہیں؟'' بہت غیر متوقع سوال تھا' مثال گڑبڑا گئی۔

''نہیں...... بس بڑوں کا خیال ہے۔''

اس کا جواب احسن کی توقعات پر پورا اترا تھا۔ اس نے ایک جانچتی نظر اس کے سراپے پر ڈالی تھی۔ خود سے بے پروا احسن ہو تو پھر بھی کو اس کی پروا ہوتی ہے۔

احسن کے ہونٹوں پر بھی بہت محظوظ کن مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ اطمینان سے گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔

''میرے خیال میں آپ دونوں میں بہت فرق ہے۔''

کوئی اجنبی آپ کی ذاتیات میں تبھی دخل دیتا ہے' جب اسے آپ کی طرف سے ڈھیل ملتی ہے' احسن نے بھی اسے پہلے چیک کیا تھا اور اب اس پر اثر انداز ہونے کے سارے گر آزمانے کو تیار تھا۔ اس کا انداز ہی اتنا دوستانہ تھا کہ مثال اس سے چھپا نہیں پائی تھی۔

''اصل میں وہ بہت لاپروا سا ہے۔ محدود سوچ رکھنے والا ہے' جبکہ مجھے ایسے بندے بالکل بھی پسند نہیں۔ ہم دونوں میں بالکل بھی ذہنی مطابقت نہیں ہے۔''

''آپ جیسی لڑکی سے رشتہ جوڑنے کے لئے اسے اپنے آپ کو کچھ تو بدلنا چاہئے۔ زندگی یوں کھیل تماشوں میں تو نہیں گزرتی۔ آپ اسے سمجھایئے گا کہ اپنے اندر سنجیدگی لائے۔'' وہ بہت مخلصانہ انداز میں مشورہ دے رہا تھا۔

''اگر پڑھائی میں اس نے کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھائی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تہذیب و شائستگی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔''

''مجھے مطلق پروا نہیں۔'' وہ ناک چڑھا کر بیزاری سے بولی۔ ''مجھے تو یوں بھی مردوں میں سنجیدگی اچھی لگتی ہے۔''

وہ مسکراتے ہوئے سیدھا ہوا اور پھر معنی خیز انداز میں بولا۔

''خدا کرے کہ آپ کو آپ کا آئیڈیل مل جائے کیونکہ آپ واقعی ایک اچھی لڑکی ہیں۔''

مثال کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

''تھینک یو۔'' بمشکل ایک نگاہ اس پر ڈال کر وہ تیزی سے اندر چلی گئی تھی۔

''اونہہ...... ڈیم فول۔ چکنے لفظوں سے پھسلنے والی

بیوقوف لڑکیاں۔'' بے حد تمسخرانہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی تھی۔ کی چین کو اچھال کر مٹھی میں کیچ کرتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھا تھا۔



موں بہت دلجمعی سے ان چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھی وہ بازار سے لائی تھیں۔ تبھی روانی سے چلتے بال پوائنٹ نے دھوکا دے دیا۔

''پین چاہئے......'' اس نے پاس ہی فلور کشنز پر ریلیکس کرتے مجمع سے فرمائش کی تو صرف اذعان کے پاس سے ہی خوبصورت سا پین برآمد ہوا تھا۔

''حالانکہ یہ صرف تمہارے پاس ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔'' مثال اب بہت آرام سے اس پر طنز کر جاتی تھی۔

''اسے ہی تو سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔'' وصی نے اذعان کو معنی خیزی سے دیکھا تھا۔ تبھی موں نے پین کا کیپ اتارا تو ایک زوردار پٹاخہ چلا۔ صرف وہی نہیں بلکہ باقی لڑکیاں بھی چیخی تھیں' جبکہ لڑکوں نے بلند بانگ قہقہے لگائے تھے۔

''بہت برے ہیں' آپ اذعان بھائی۔'' موں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ ہنسی اپنی جگہ مگر ہاتھوں پیروں کی لرزش ناراضگی کی متقاضی تھی۔

''سو سوری...... یہ ان لوگوں کا گفٹ ہے۔'' اذعان نے فوراً معذرت خواہانہ انداز میں کہتے ہوئے ببل گم کا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''پتہ تو آپ کو بھی تھا ناں۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے کہتے ہوئے ببل گم کا پورا پیکٹ ہی تھام لیا کیونکہ اندر ایک ہی ببل تھی۔

''انجوائے منٹ بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔'' وہ ہنسا تھا اور پھر موں کے پیکٹ میں سے ببل نکالتے ہی پہلے کی طرح دھماکا ہوا تو سب سے پہلے اذعان اٹھ کر بھاگا تھا۔

''مائی گاڈ...... ایک سے بڑھ کر ایک شوشا رکھا رہتا ہے ان کی جیب میں۔''

''اور سنجیدہ ایسے ہوتے ہیں' جیسے ان سے شریف اور کوئی ہے ہی نہیں۔'' ہدیٰ نے ہنسی کے باعث آنکھوں میں آجانے والے پانی کو صاف کرتے ہوئے کہا تو اریبہ نے اس کی پسلی میں کہنی چبھوئی۔

''تمہارا کیا مطلب ہے کہ وہ شریف نہیں ہیں؟''

''چار اور ایسے شریف مل جائیں تو ہمارا بیڑہ پار ہے۔'' مثال نے فیشن میگ کھنگالتے ہوئے طنزاً کہا تو عرشیہ شرارت سے بولی۔

''تمہارا بیڑہ پار لگانے کے لئے تو وہ اکیلا ہی کافی ہے۔''

''شٹ اپ۔''

اعزاز اور ارسلان کو مسکراہٹ کے ساتھ متوجہ پا کر وہ خجل ہوگئی تھی مگر ادھر کسے پروا تھی۔ تنگ آ کر وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

''اس کا دھیان رکھا کریں آپ۔ کل بھی وہاں لونڈوں لپاڑوں میں بیٹھی تھی۔ مگر آپ کو اپنی کہانیوں سے فرصت ملے' تب ناں۔'' احسن کی مشق ستم ریبا ہی تھی۔ اماں نے لاپروائی سے کہا۔

''ہر وقت تو ساتھ رہتی ہوں۔ اور پھر بیٹا' ان میں سے کوئی غیر تھوڑی ہے' شریف بچے ہیں۔''

''اونہہ...... شریف......'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔ ''اتنے شریف نہیں ہیں جتنا آپ سمجھتی ہیں۔''

''میں وہاں اماں کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔'' ریبا بھی ہوئی تھی۔

''بکواس مت کرو۔ کتنی دفعہ تو میں نے تمہیں ہنستے دیکھا ہے۔'' وہ دانت پیس کر بولا تو اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ دل تو چاہا' کہہ دے کہ صرف سانس لینے پر پابندی رہ گئی ہے وہ بھی لگا دیں۔

''میں تو روبی آپا اور باقی سب کے ساتھ تھی۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے ساتھ بھی جڑ کر بیٹھنے کی۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔

لڑکیاں بھی شتر بے مہار پھرتی رہتی ہیں' جب بھی دیکھو' باجماعت بازار پہنچی ہوتی ہیں۔ کبھی کسی کے سر پر دوپٹہ ٹکا دیکھا ہے تم نے؟ اور تم کیوں ماننے لگیں' یہ سب تو تمہیں ویسے بھی بہت پسند ہے۔ مگر میں ان مردوں جیسا بے غیرت نہیں ہوں۔ ٹانگیں توڑ ڈالوں گا تمہاری۔''

وہ کسی کی سنتا نہیں تھا' صرف اپنی ہی کہتا تھا۔

اگر بہت ڈیسنٹ اور سوبر دکھائی دینے والے احسن کا یہ روپ اس گھر کا کوئی فرد دیکھ لیتا تو اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دیتا۔

●●●

''ایمان سے' میں پورا ایک گھنٹہ وہاں بیٹھی رہی ہوں مگر مجال ہے جو احسن نے آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف دیکھا ہو۔ بڑی شائستگی اور دھیمے پن سے ابو اور ماموں جان سے باتیں کرتے رہے۔''

مثال نے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے سخت متاثر ہونے والے انداز میں کہا تو ہدیٰ نے ناگواری سے جواب دیا۔

''انہیں ضرورت بھی کیا تھی' تمہیں دیکھنے کی۔ وہ ایسا کوئی حق نہیں رکھتے۔''

اس کے انداز پر مثال نے گھور کر دیکھا تھا۔

''سب لڑکے ایسا کرتے ہیں۔ لڑکی سامنے بیٹھی ہو تو چاہے ایک نظر ہی کیوں نہ ڈالیں' دیکھنے سے گریز نہیں کرتے مگر احسن کی عادات میں یہ لچرپن اور گراوٹ نہیں ہے۔''

''آج کل تم نے کیا احسن کی عادات وخصائل پر تھیسس لکھنا شروع کر رکھا ہے؟'' ہدیٰ کا تحمل جواب دینے لگا تھا۔ مگر وہ اطمینان سے تکیہ سر کے نیچے رکھ کر دراز ہوگئی۔

''جو اچھا ہو' بہترین اور مکمل ہو' اس سے سبھی متاثر ہوتے ہیں۔''

''سب نہیں ہوتے' کیونکہ ہر ایک کی عقل کا پیمانہ مختلف ہوتا ہے۔ چھان پھٹک بھی کوئی چیز ہوتی ہے مگر تم ہر شے کو ہمیشہ اپنے زاویے سے دیکھ کر یا تو اس سے متنفر ہو جاتی ہو یا پھر اس پر فدا ہو جاتی ہو۔ تم نے کبھی بھی اچھائی میں لپٹی برائی یا برائی کے اندر چھپی کسی اچھائی کو کھوجنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور یہ عادت کبھی کبھار بہت مہنگی پڑتی ہے۔'' ہدیٰ نے تلخی سے اس پر واضح کیا تھا۔

''مگر احسن جیسا ہے' ویسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ اس نے تعلیم حاصل کی ہے تو اس کی جھلک اس کے ہر انداز سے جھلکتی ہے' ذرا بھی چھچھورا پن نہیں ہے اس میں۔''

وہ اب بھی یونہی لاپروا تھی۔

''تو اب تم کیا چاہتی ہو؟'' ہدیٰ نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ جیسے کسی من پسند تصور سے محظوظ ہو کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''جو میں چاہتی ہوں' وہ بھی ہو جائے گا۔''

''مگر یہ بھی یاد رکھنا کہ تم اذعان بھائی سے انگیجڈ ہو۔'' ہدیٰ نے سختی سے اسے وارن کیا تو وہ ناگواری سے بولی۔

''میری نظر میں اس انگیجمنٹ کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ بچپن کی بات تھی' اب میں ایک باشعور اور سمجھدار لڑکی ہوں' میری بھی اپنی رائے ہے اور جس کا اظہار میں ضرور کروں گی۔''

''شرم نہیں آتی' تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے' تم کیا بہت اعلیٰ چیز ہو جس کے اپنے ہی اطوار ہیں۔ جو دل میں آتا ہے' بکواس کرتی چلی جاتی ہو۔'' ہدیٰ ایک دم پھٹ پڑی۔

''شٹ اپ ...... ہر ایک کو اپنی زندگی سے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ میں دنیا میں چاہے کسی سے بھی شادی کروں مگر وہ اذعان نہیں ہوگا۔'' اسے بھی غصہ آ گیا تھا۔

''یہ سب بکواس میرے سامنے نہیں بلکہ ابو اور امی کے سامنے جا کر کرو۔'' وہ مشتعل تھی۔

مثال نے اب کی بار بڑے آرام سے جواب دیا تھا۔ ''جب وقت آئے گا تو ان سے بھی بات کرلوں گی۔''

''تم بہت پچھتاؤ گی مثال۔'' ہدیٰ نے بہت تاسف سے کہا۔ غصہ بھی شدید آیا تھا مگر جب کوئی خود ہی گرنا چاہ رہا ہو تو کوئی کب روک سکتا ہے۔

''تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔''

وہ صفاچٹ جواب دے کر کروٹ بدل گئی تھی۔ کتاب بند کر کے ہدیٰ نے سر دونوں ہاتھوں پر گرالیا۔ مثال کے طور طریقے بہت ڈسٹرب کردینے والے تھے۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کر کے رہے گی۔

●●●

''تم سب سے الگ ہو۔ خصوصاً تمہاری سوچ اور نظریات سب سے بہت الگ ہیں۔'' احسن نے سراہا تو وہ گویا ہواؤں میں اڑنے لگی۔

احسن ہی کی آفر پر وہ آئسکریم کھانے ریسٹورنٹ چلی آئی تھی۔ باقی سب تو مارکیٹ چلی گئی تھیں جب کہ مثال کو احسن کی آفر میں زیادہ چارم نظر آیا تھا اور کچھ احسن کی ظاہری پرسنیلٹی کا بھی اثر تھا کہ مثال کے دل میں اسے زیادہ جاننے کی خواہش بیدار ہو رہی تھی۔

''اور کتنی عجیب سی بات ہے کہ یہی خیال میرا بھی آپ سے متعلق ہے۔'' وہ مسکرادی۔

''زبردست اتفاق ہے۔ یعنی مکمل ہم آہنگی۔'' وہ بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔ مثال نے لاپروائی سے شانے اچکا دیئے۔

''کہہ سکتے ہیں۔''

''کہیں تم میری باتوں کو جھوٹ تو نہیں سمجھ رہیں؟'' وہ بھویں اچکا کر پوچھ رہا تھا۔

''بالکل بھی نہیں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ میں بہت اچھی ہوں۔'' اس کے آرام سے اتنا کہہ دینے پر وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد ہنس دیا۔

''ویری بولڈ...... بہت خود اعتماد ہو تم۔''

''آپ کو اچھا نہیں لگا؟'' وہ پوچھنے لگی تو اس نے کہا۔

''لڑکیوں کو خود اعتماد ہی ہونا چاہئے تاکہ اپنے حق کی جنگ لڑ سکیں۔'' مثال نے گہری سانس لے کر ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں کو دیکھنا شروع کردیا۔ تبھی احسن نے گہری نظروں سے اس کے لاپرواہ سراپے کا جائزہ لیا تھا۔

بعض اوقات انسان خود اپنے لئے پاتال کو چن لیتا ہے۔ آسمان کی وسعتیں اس کے لئے باہیں پھیلائے ہوتی ہیں مگر وہ ایک سرور میں ڈوبا پاتال کی گہرائیوں میں گرتا چلا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے مثال نے بھی اسی پاتال کو اپنا مقدر بنانے کی ٹھانی تھی۔

وہ ابھی اپنے کمرے میں آ کر ٹھیک سے سانس بھی نہیں لے پائی تھی کہ اذعان آدھمکا۔

''آپ کو دروازہ ناک کر کے آنا چاہئے۔'' وہ ناگواری سے بولی تو اذعان نے طنزاً پوچھا۔

''یہ سارے اصول وضوابط کیا صرف میرے ہی لئے ہیں؟''

''کیا کام ہے آپ کو؟''

''یہ احسن کے ساتھ ریسٹورنٹ میں جانے کی کیا تک تھی؟''

وہ انویسٹی گیشن کر رہا تھا۔

اس قدر استحقاق آمیز انداز؟

مثال کو شدید غصہ آیا تھا۔

''آپ سے مطلب؟''

''جو میں نے پوچھا ہے' اس کا کیا جواب ہے؟'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''اس کا جواب یہ ہے کہ میں تمہاری نہیں اپنی مرضی کی پابند ہوں۔'' مثال نے تنفر سے کہا تو وہ لب بھینچے چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر تلخی سے بولا۔

''شاید تم بھول رہی ہو کہ ہمارے درمیان خون کے رشتے کے علاوہ بھی ایک تعلق موجود ہے۔''

''اوہ......تو تم اس تعلق کا حق استعمال کرنے آئے ہو جسے میں نے کبھی قبول ہی نہیں کیا۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی تو اذعان حد درجہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ مثال کا چڑنا' لڑنا جھگڑنا اسے حیا کا ایک انداز لگتا تھا۔ مگر وہ یہ کیا انکشاف کر رہی تھی۔

''بچپن کی نادانیوں کو میں کبھی بھی اہمیت دینے کی قائل نہیں رہی۔ اگر تمہارے بھی ذہن میں ایسا کچھ ہے تو وہ نکال دو۔'' وہ نہ صرف ہٹ دھرمی بلکہ بدتمیزی کا بھی مظاہرہ کر رہی تھی۔ اذعان سرتاپا سلگ اٹھا۔

''تم اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھو۔ جتنی عقلمند ہو وہ مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ میں تمہارے نہیں بلکہ اپنے بڑوں کے طے شدہ رشتے کا پابند ہوں۔ جس روز وہ مجھے اس بندھن سے آزاد کریں گے' میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھوں گا۔'' اس کے یکلخت بھڑک اٹھنے پر مثال قطعی متاثر نہیں ہوئی تھی۔

''میں تمہیں اپنی شکل دکھانا بھی نہیں چاہتی۔''

''میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ تمہارے اس اکڑ اور طنطنے کے پیچھے کیا محرک ہے۔'' وہ بہت تلخی سے بولا تھا جو اس کی عادت کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ یہ ڈھیر ساری ترشی تو ابھی مثال کی بیگانگی نے اس کے وجود میں بھر دی تھی۔

''تو سمجھ لو میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں۔'' وہ اسی ہٹیلے پن سے بولی۔ ''تم کبھی بھی میرا آئیڈیل نہیں رہے۔ مجھے ہمیشہ پڑھے لکھے اور مہذب لوگ متاثر کرتے ہیں۔''

''جانتا ہوں میں' کردار و اخلاق کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہے تمہاری نظروں میں۔'' وہ غصے سے بھرا بولا تھا۔

''بہرحال میں تمہارے آگے صفائیاں پیش کرنے کی پابند نہیں ہوں۔'' وہ اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولی۔

اذعان کا جی چاہا' تھپڑوں سے اس کا منہ لال کردے۔

کس قدر غیر یقینی انداز تھا اس کا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ مثال کے خیالات ایسے ہوں گے۔ اب تک کا عرصہ تو گویا اس نے خوش گمانی کی کشتی میں سفر کرتے ہوئے گزار دیا تھا۔ جس نے اسے ناکامی و نامرادی کے جزیرے پر لا پٹخا تھا۔

''صفائیاں تو تم ایک دن پیش کرو گی مثال۔ اور یاد رکھنا' وہ تمہارا نہیں میرا دن ہوگا۔'' انگشت شہادت اٹھا کر سلگتے لہجے میں کہہ کر وہ وہاں نہیں رکا تھا۔

مثال نے گہری سانس لے کر خود کو بستر پر گرا دیا۔ اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان چند لمحوں میں جو ہوا ہے' وہ ٹھیک تھا یا غلط۔



روبی کی شادی کے دوران احسن اور مثال کا ایک دوسرے کی جانب جھکاؤ سب کو ششدر کر گیا تھا۔

''شرم کرو مثال۔ کیوں ماں باپ کا نام ڈبونے پر تلی ہوئی ہو۔'' ہدیٰ نے اسے جھاڑا تھا۔

''یہ میرا شرعی حق ہے۔ اس میں کیسی شرم؟'' وہ متبسم ہوئی تھی۔

''کیا......؟ کیا شرعی حق ہے تمہارا؟'' ہدیٰ کو کرنٹ سا لگا تھا۔

''اپنی من پسند زندگی گزارنے کا حق۔ من چاہا ساتھی چننے کا حق۔'' اس کے اطمینان سے کہے گئے الفاظ پر وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''کس قدر گھٹیا ہو تم مثال۔ تمہیں کسی کے جذبات احساسات کا کوئی پاس نہیں ہے۔''

''جسٹ شٹ اپ......'' اسے بھی غصہ آ گیا تھا۔ ''کیا میری اپنی کوئی زندگی نہیں ہے کہ میں سب کا خیال کرتی رہوں۔ میرے بھی کچھ نظریات ہیں جن کے مطابق میں زندگی گزارنا چاہتی ہوں اور احسن

میں وہ سب کچھ ہے جو ایک بہترین شریک زندگی میں ہونا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں تم کہہ سکتی ہو کہ وہ میرا آئیڈیل ہے۔''

اس قدر واشگاف انکشاف پر ہدیٰ ششدر رہ گئی تھی۔

کیا وہ اس قدر بیوقوف تھی کہ اتنے محبت کرنے والے لوگوں کو یوں ٹھکرا رہی تھی۔ ہیرے کو چھوڑ کر جلتے انگاروں کو مٹھی میں بھرنے کی تگ و دو کو زندگی کا حاصل سمجھ رہی تھی۔

''تم بہت بڑی غلطی کر رہی ہو مثال۔ احسن وہ نہیں ہے جو دکھائی دیتا ہے۔'' وہ بمشکل بول پائی تھی۔

''میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے۔'' وہ بے اعتنائی سے کہہ رہی تھی۔

''اونہہ تم کیا جانتی ہو اسے؟ تم سے زیادہ اس کی ماں اور بہن جانتی ہیں اسے۔ کبھی ربا سے اس کی اصلیت پتہ کرو' کس قدر گھٹیا ذہنیت ہے اس شخص کی۔ ذہنی طور پر بیمار ہے وہ......''

''اسٹاپ اٹ۔ مجھے ڈکٹیشن دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنا برا بھلا خود سمجھ سکتی ہوں۔'' وہ بے مروتی اور ناگواری سے ہدیٰ کو ٹوک گئی تھی۔

احسن نے اپنی لچھے دار گفتگو اور دھیمے انداز سے اسے اپنے چنگل میں بہت اچھی طرح پھنسا لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے کسی کی بات میں بھی کوئی سچائی نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب اذعان جیسے لاابالی بندے کے مقابلے میں اسے من کی مراد مل رہی تھی تو وہ کیونکر اسے ٹھکرا دیتی۔

من چاہا ساتھی' من چاہی زندگی۔

انسان کو اور چاہئے ہی کیا ہوتا ہے' اس کے سوا؟

مثال کو یوں لگ رہا تھا کہ بس ہاتھ آگے بڑھانے کی دیر تھی' ایک گراں قدر گوہر مٹھی میں آنے کو تیار تھا۔

ہدیٰ کشمکش میں ہی رہی تھی کہ مثال کے خیالات سے ماں کو آگاہ کرے یا نہیں۔ اسے آنے والے حالات کو سوچ کر ہی خوف آ رہا تھا۔

مثال کچن میں مصروف تھی' جب اذعان اندر آیا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ ذرا......''

اس کے لہجے میں عجیب سی عجلت اور سرد مہری تھی۔ مثال نے چولہے کی آنچ ہلکی کرتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

''میں فارغ نہیں ہوں۔ بات کیا ہے؟ یہیں بتا دو؟'' وہ اب اسے بالکل بھی تکلف سے نہیں مخاطب کرتی تھی۔

''بات یہاں بتانے والی نہیں ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ آؤ۔'' اب کی بار وہ قدرے غصے سے بولا تھا اور ساتھ ہی اسے کلائی سے پکڑ کر تقریباً کھینچتے ہوئے کچن سے باہر نکل آیا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے اذعان...... چھوڑو مجھے۔'' وہ مشتعل ہوگئی تھی مگر وہ اسے سیدھا گھر کے پچھلے برآمدے میں لے آیا تھا۔ وہاں ہدیٰ اور مون بھی موجود تھیں۔ اذعان نے اسے ان کی طرف دھکیل دیا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ہدیٰ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کان میں سرگوشی کی۔

''تھوڑی دیر کے لئے ذرا خاموشی سے تم بھی سنو۔''

اس نے بمشکل خود پر ضبط کیا تھا۔ ذرا غور کرنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ برآمدے کی طرف کھلنے والی گیسٹ روم کی کھڑکی کے نیچے کھڑی تھیں۔

کھلی کھڑکی کے لہراتے پردوں کے پیچھے سے آنے والی آواز کو تو وہ لاکھوں آوازوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔

''مجھے زیادہ بکواس سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں نے ایک بار منع کر دیا تھا تو پھر تمہیں یہاں آ کر مظلوم بننے کی کیا ضرورت تھی۔''

یہ سو فیصد احسن کی آواز تھی مگر اس کے انداز کی

ساری نرماہٹ اور سلجھاؤ کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ مثال الجھے ہوئے انداز میں بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''میں نے کسی سے بھی کچھ نہیں کہا۔ روبی آپا نے خود زبردستی مجھے آگے پڑھنے کو کہا تھا۔ میں نے تو ان سے کہہ دیا تھا کہ مجھے شوق نہیں ہے۔''

ریا کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔

''جانتا ہوں' میں تمہیں اچھی طرح سے اور روبی آپا کو بھی۔ ان کی لڑکیاں پڑھ لکھ کر جو تیر مار رہی ہیں' وہ بھی سب کے سامنے ہے۔''

احسن کے انداز سے جھلکتی حقارت نے مثال کو جھٹکا سا لگایا تھا۔

یہ کیا کہہ رہا تھا وہ۔ اسے بولڈ اور خود اعتماد ہونے کا سبق دینے والا آج کس رنگ میں بول رہا تھا۔

''تم ہمارے ساتھ واپس چل رہی ہو' دیکھ لوں گا میں ان لوگوں کو بھی۔ تمہیں پڑھانا ہوگا تو وہاں تعلیمی اداروں کی کمی نہیں ہے۔ یہاں جو پڑھائیاں ہوتی ہیں' وہ میں اچھی طرح جانتا ہوں...... اونہہ' ایک اشارے پر مرد کے پیچھے چل پڑنے والی ہیں یہ لڑکیاں......'' وہ بہت کچھ کہہ رہا تھا' زہر اگل رہا تھا۔ اس کی بیمار ذہنیت پوری طرح سے اجاگر ہو رہی تھی۔ مگر مثال کچھ نہیں سن پا رہی تھی۔ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔ ایک ہی فقرہ اپنی پوری تلخی کے ساتھ اس کی سماعت کو زخمی کر رہا تھا۔

''ایک ہی اشارے پر مرد کے پیچھے چل پڑنے والی......''

پورا دن وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اس قدر روئی تھی کہ اب آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ مگر دکھ اور ذلت کا شدید احساس کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ دل و ذہن پر لگنے والی چوٹ بے حد شدید تھی۔

احسن نے اسے بہت بلندی سے زمین پر گرایا تھا۔ اتنی زور سے کہ وہ اپنے آپ کو چکنا چور محسوس کر رہی تھی۔

''یہی ہونا چاہئے تھا' میرے ساتھ۔ یہ ذلت میں نے خود چنی تھی اپنے لئے۔ ٹھیک کہا تھا' اذعان نے۔ میں ایک سطحی اور گھٹیا سوچ کی مالک ہوں۔ ظاہر پر مٹنے والی۔ کبھی بھی میں نے کسی کی نظروں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی' بس لفظوں کی ڈوری میں خود کو جکڑ کر چلی گئی۔''

وہ بے حد نڈھال ہو رہی تھی

مون' ہدیٰ اور اذعان۔ ان تینوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔ اہانت اور شدید ذلت کا احساس مر جانے پر مجبور کرنے لگا تھا۔

''ابو بلا رہے ہیں تمہیں۔''

ہدیٰ نے بہت سپاٹ انداز میں اسے اطلاع دی۔ وہ خوفزدہ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں؟''

''چچی جان نے احسن کا پروپوزل دیا ہے تمہارے لئے۔ آج جانے سے پہلے وہ انگیجمنٹ کرنا چاہ رہی ہیں۔''

وہ بہت تلخی سے بولی تو مثال کو یوں لگا' جیسے چھت اس کے اوپر آ گری ہو۔

کس قدر گھٹیا انسان تھا وہ۔ ان سب کے متعلق اتنی رذالت کا مظاہرہ کرنے کے بعد بھی ایسی ہمت کر رہا تھا۔

''میں...... نہیں۔'' بولنے کی کوشش میں ناکام ہو کر اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے تھے۔

''جو بویا ہے' اسے تو کاٹنا ہی پڑے گا مثال۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔''

''ابو خود تو انکار کر سکتے ہیں۔''

اس کی آواز رندھی ہوئی سی تھی۔ ہدیٰ کو بہت گھیرنے لگا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس وقت وہ کس اذیت سے گزر رہی ہے مگر وہ واقعی بے بس تھی۔ کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جنہیں انسان کو خود ہی فیس کرنا پڑتا ہے' بنا کسی کی مدد کے۔ اور یہ معاملات وہی ہوتے ہیں جن کا فیصلہ ہم اپنی مرضی سے خود پر مسلط کر کے خود کو مشکلات میں پھنسا لیتے ہیں۔

''چچی جان کا کہنا ہے کہ اس رشتے میں تمہاری رضامندی بھی شامل ہے۔ وہاں ماموں' ممانی بھی موجود ہیں۔ ابو کا خیال ہے کہ بات بڑھانے سے بہتر ہے کہ تم خود وہاں سب کے سامنے آ کر ان کی غلط فہمی دور کر دو۔''

ہدیٰ کے انداز میں کوئی طنز اور تلخی نہیں تھی۔ اس کے برعکس بہت عام سا انداز تھا۔

''اب تم کوئی بھی فیصلہ دے سکتی ہو۔ ابو چاہتے تو خود بھی صاف انکار کر سکتے تھے لیکن چونکہ تمہارا نام وہ لوگ اتنے دھڑلے سے لے رہے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری رائے بھی ضرور شامل ہو تاکہ کوئی موزوں فیصلہ کیا جا سکے۔''

وہ بہت ہمت کر کے ہدیٰ کے ساتھ باہر نکلی تھی۔

زرد رنگت اسے برسوں کا بیمار ظاہر کر رہی تھی۔ اس وقت ساری بولڈنیس دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ اذعان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کا دل ڈوب سا گیا۔

''ہدیٰ میں نہیں جاؤں گی وہاں۔''

''یوں بھاگنے سے کیا ہوگا؟ ہر بات کا اپنے وقت پر طے ہو جانا سب کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ بھاگنا محض ذہنی اذیت ہے اور کچھ نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تو ناچار اسے بھی اس کے ساتھ اندر جانا پڑا۔

اندر چھائی ہوئی خاموشی کو اس کی سماعت نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا۔

اور پھر اگلے ہی لمحے احسن کی اعتماد سے بھرپور آواز نے جیسے اسے پاتال کی گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا۔

''آ گئی ہے مثال' آپ اس سے پوچھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی یہی چاہتی ہے اور میں بھی اسے پسند ہوں۔''

وہ سب اس کی خود اعتمادی اور لہجے کی مضبوطی پر گنگ رہ گئے۔

مثال کے پورے وجود پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ سب کی بے یقین نگاہیں اس پر گڑ گئی تھیں۔

سامنے ہی مثال کا ''آئیڈیل'' بیٹھا تھا۔

ایک پڑھا لکھا' سوبر اور ڈیسنٹ شخص۔

جس کی ڈگریوں اور میٹھی زبان نے اس کی شخصی غلاظتوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور اب جبکہ یہ پردہ ہٹا تھا تو وہ تعفن زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس پر نگاہ بھی ڈالنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

ابو نے بہت ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک نظر مثال کو دیکھ کر نرمی سے پوچھا۔

''تم اس بارے میں کیا کہتی ہو مثال؟''

وہ کیا بولتی...... زبان گویا پتھر کی ہو گئی تھی۔ کس قدر جھوٹا کر رہا تھا' وہ اسے سب کی نظروں میں۔

اس کی بے بسی تھی یا بے کسی...... اذعان کو شدید مشتعل کر گئی تھی۔

باقی سب نہ سہی' وہ تو اصل صورت حال سے واقف ہو ہی چکا تھا۔ بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بس' بہت ہو گیا مسٹر احسن۔ بہت دیر سے میں تمہاری بکواس سن رہا ہوں۔ اب اگر تم نے مثال کے بارے میں ایک لفظ بھی مزید کہا تو......''

''اذعان' تم رکو......'' ابو نے اسے خاموش رہنے کو کہا تو وہ ان کی طرف پلٹ گیا۔

''یہ سب بکواس ہے انکل۔ مثال کو یہ شخص کبھی بھی اچھا نہیں لگا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ مثال کو سب پڑھے لکھے لوگ بہت ''اعلیٰ'' اوصاف کے مالک لگتے تھے۔ بس اسی بات کو لے کر ہم دونوں میں شرط لگ گئی' ہم صرف ان کے اخلاق کا شاندار سا مظاہرہ دیکھنا چاہتے تھے۔ میں مثال کو یہی باور کرانا چاہتا تھا کہ صرف تعلیم ہی آپ کو اخلاق کے اعلیٰ درجے پر نہیں

پہنچاتی بلکہ اس علم کو کام میں لانا آپ کا مقام بناتا ہے۔ اور آج احسن کا یہ روپ اور انداز دیکھ کر یقیناً مثال کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہار گئی ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" احسن نے بازی کو عجیب سا رخ اختیار کرتے دیکھ کر تیز لہجے میں کہا۔ "ذرا اپنی نام نہاد منگیتر سے بھی اصلیت دریافت کرلو۔"

وہ مثال کی ذات کے پرخچے اڑا گیا تھا۔ لب بھینچتے ہوئے اذعان نے سلگتی نگاہ مثال پر ڈالی تھی۔

کیا نہیں تھا' اس ایک نگاہ میں۔

تاسف' غصہ' ہمدردی۔

مگر اس کی ایک نگاہ ہی تھی جس نے یکلخت مثال کو قوت گویائی دے دی تھی۔

"بکواس بند کرو۔ شرم نہیں آتی تمہیں اس لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے۔"

وہ زور سے چیخ اٹھی تھی۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ ہدیٰ نے اسے سنبھالا تھا۔ وہ اور کچھ نہیں کہہ پائی تھی مگر سب کے لئے اس کا یہ ایک فقرہ اور انداز ہی اس کی بے گناہی کی گواہی بن گیا تھا۔

"تم اب یہاں سے جاسکتے ہو۔" ابو نے بہت سرد لہجے میں احسن کو حکم دیا پھر چچی جان کی طرف دیکھا جو خاموشی اور لاتعلقی سے اس سارے معاملے کو دیکھ رہی تھیں۔

"میں معذرت خواہ ہوں مگر یہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ آئندہ کبھی آپ اسے میرے گھر میں لے کر آئیں۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے یہاں آنے کا۔" مثال کے غیر متوقع رویے سے گڑبڑایا ہوا احسن تنفر سے بولا اور ماں کو اشارہ کرتا اٹھ کر چلا گیا۔ وہ بھی اس کی تقلید میں کمرے سے نکل گئی تھیں۔

ممانی جان نے اٹھ کر مثال کو گلے لگالیا۔

"تم کیوں ہلکان ہو رہی ہو۔ دیکھوناں' اذعان نے ساری بات کلیئر کردی ہے۔" بے حد محبت سے کہتے ہوئے انہوں نے گھور کر اذعان کی طرف دیکھا تو اس کا دل ٹھہرنے کے بجائے اور بیقرار ہونے لگا۔

ادھر اذعان سب کے گھیرے میں آ گیا تھا۔

"میں تمہیں فقط لاابالی سمجھتا تھا اذعان۔ اس قدر بیوقوفی کرو گے' مجھے اندازہ نہیں تھا۔ یہ کس راہ پر لگا رکھا تھا' تم نے مثال کو؟"

ماموں جان شاید زندگی میں پہلی بار اذعان پر خفا ہو رہے تھے۔

"سوری سر...... ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے۔ وہ خود ہی اس معاملے کو اس طرح آگے لے گیا۔ مثال نے ایسا تو کچھ نہیں کہا تھا جس سے وہ ایسی لچر گفتگو کرتا۔" وہ بے حد تحمل سے کہہ رہا تھا۔

مثال' ممانی جان کے شانے سے لگی بیٹھی سن رہی تھی۔

"پھر بھی یہ تم دونوں کی بہت غلط حرکت تھی اور اس کا اندازہ تمہیں اس کی گفتگو کا رنگ دیکھ کر ہوگیا ہوگا۔" ابو کو بھی ان کی یہ حرکت پسند نہیں آئی تھی۔

"سوری انکل...... ایکسٹریملی سوری۔" وہ نادم ہو رہا تھا۔ ہدیٰ اور مون نے تاسف سے مثال کو دیکھا۔ جو صرف اعلیٰ تعلیمافتہ ہی کو مہذب اور بااخلاق گردانتی تھی جس نے کبھی یہ دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ حاصل شدہ تعلیم نے اس شخص پر کتنا اثر کیا۔ نہ ہی وہ دوسروں کا مشورہ مان کر چلنے کی عادی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اپنی زندگی کے ذاتی فیصلے میں دوسروں کی نہیں بلکہ صرف اپنی خوشی کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یقیناً احسن کا یہ روپ اس پر پہاڑ بن کر ٹوٹا تھا۔

اب اسے احساس ہوگیا تھا کہ ہیرے کی چمک کے دھوکے میں اس نے جلتے کوئلے کو مٹھی میں لینے کی کوشش کی تھی۔ اور کوئلہ تو دونوں صورتوں میں ہی نقصان دہ ہوتا ہے' جل رہا ہو تو ہاتھ جلا دیتا ہے' بجھا ہو تو ہاتھ کالے کر دیتا ہے۔

اور یہ بات یقیناً سب سے اچھی طرح مثال کو ہی سمجھ میں آئی تھی۔



"تم چاہو تو انہیں روک سکتی ہو۔ انہوں نے ممانی جان کو شادی کی ڈیٹ فکس کرنے سے بھی روک دیا ہے۔ وجہ تمہاری پڑھائی اور اپنے بزنس سیٹ کرنے کو بنایا ہے۔" مون اسے بتا رہی تھی۔

"میں اسے نہیں روکوں گی مون۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں تو اس سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی ہوں۔ خود کو کیسے اس کے قابل بناؤں۔"

"اذعان بھائی بہت نائس ہیں۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ غلطیاں بھی انسان ہی کرتے ہیں۔" ہدیٰ نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔

"مگر جو میں نے کیا ہے' وہ کسی بھی طور معافی کے قابل نہیں ہے۔" وہ حد درجہ نادم تھی اور اس کا ثبوت وہ آنسو تھے جو اب بھی اس کی آنکھوں میں چمک رہے تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ اگر یوں ہوتا تو وہ سب کے سامنے تمہارا ساتھ نہ دیتے۔ ایسا تو صرف محبت کرنے والے ہی کرتے ہیں' ڈھال بن جاتے ہیں سب کے سامنے۔ جو کچھ تم نے کیا تھا' اس کے بعد اگر کوئی اور ہوتا تو صرف تمہیں تماشا بناتا مگر انہوں نے تمہیں اپنی عزت سمجھ کر تمہاری عزت کا پاس رکھا۔"

"مگر میں اس کا سامنا نہیں کرسکتی۔ میں نے اس کے ساتھ بہت بدتمیزی کی تھی۔" وہ واقعی اذعان کی ناراضی سے خوفزدہ تھی۔

"انہوں نے تمہارا اتنا ساتھ دیا ہے' تم ان کو ذرا سا منا بھی نہیں سکتیں۔" مون نے اسے ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔

اور یہ ان دونوں کی انتھک محنت ہی کا رزلٹ تھا کہ وہ اس کے کمرے تک آ گئی تھی۔ دروازہ کھول کر ان دونوں نے اسے تقریباً اندر دھکیل دیا تھا۔ کھٹکے کی آواز پر وارڈروب میں سر گھسائے کھڑے اذعان نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو پہلے حیرت اور پھر غصے کا شکار ہونے لگا۔

"شاید تم اپنے تمام اسباق بھول گئی ہو۔ کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹانا ضروری ہوتا ہے۔"

"آئی ایم سوری......" اس نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا تو آواز پھنسی پھنسی سی تھی۔

وہ سر جھٹک کر وارڈروب میں ہینگ کئے ہوئے کپڑے نکال کر بستر پر ڈھیر کرنے لگا۔

"میں تم سے بات کرنے آئی ہوں۔" بہت ہمت کرکے اس نے آر یا پار ہونے کی سوچی تھی۔

وہ آنکھوں میں حیرت لئے اس کی طرف پلٹا تھا۔

"مجھ سے......؟ میں اس قابل کہاں؟" اس کا لہجہ بہت چبھتا ہوا تھا۔ اذعان کا بے اعتنائی سے بھرپور انداز اس کی پلکیں نم کرنے لگا۔

"تم اس سلوک میں حق بجانب ہو اذعان۔" وہ بہت حوصلے سے بولی تھی۔ "مگر میں صرف تم سے اپنے رویے کی معافی مانگنے آئی ہوں اور تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں کہ تم نے سب کے سامنے میرا ساتھ دیا۔"

"مجھے نہ تو تمہارے شکریے کی ضرورت ہے اور نہ ہی معذرت کی۔ یہ سب میں نے تمہاری نہیں اپنی خاطر کیا ہے کیونکہ سب کی نظر میں تم مجھ سے منسوب ہو۔" وہ یوں آسانی سے بات ختم کردینے پر سلگ اٹھا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ ایک روز میں اپنے فیصلے پر پچھتاؤں گی۔ آج وہی دن ہے۔ تمہارا دن۔ تم مجھے جو چاہو سزا سنا سکتے ہو۔ ٹھیک کہا تھا' تم نے میں نے ہر شرط ہار دی ہے۔ میں تم سے ہار گئی ہوں' بہت بری طرح۔" وہ پچھتاوؤں میں گھری بے اختیار رو دی تھی۔

وہ ساکت کھڑا تھا۔

یہ وہ لڑکی تھی جسے اس نے بچپن سے اب تک پسند کیا تھا۔

پہلے ایک خوبصورت گڑیا جیسے روپ میں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس پسندیدگی کا انداز بدلتا چلا گیا تھا۔

مگر پراس پر کتنی تلخ حقیقت کا ادراک ہوا تھا۔

وہ بھی آئیڈیلزم کی ماری ہوئی لڑکیوں میں سے تھی۔ بنا جانے سمجھے فقط اپنی سوچ کے مطابق چلنے والی۔

اسے مثال کی سوچ نے بے حد دکھ دیا تھا۔

''ہار تو میں گیا ہوں مثال...... محبت کی بساط پر تمہیں۔'' وہ بہت تھکے ہوئے لہجے میں کہتا جھک کر بیڈ کے نیچے سے اپنا سوٹ کیس نکالنے لگا۔

یہی ادراک کا لمحہ تھا۔

اذعان کی محبتوں کی شدت پوری طرح اس پر آشکار ہوئی تھی۔

مگر کتنی دیر سے۔

جب وہ دونوں ہی اپنے اپنے مقام سے ہٹ چکے تھے۔

''اذعان پلیز...... تم یوں ناراض ہو کر مت جاؤ۔ مجھ سے شادی مت کرو۔ مگر خود کو یوں بے نیازی و بے اعتنائی کے خول میں مت سمیٹو۔ یہاں سب تم سے محبت کرتے ہیں۔ ان سب کو ہرٹ مت کرو۔'' وہ ملتجیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

''تم کسی سے بھی شادی کر لو۔ اتنی لڑکیاں ہیں گھر میں۔ میں سب کو منالوں گی۔''

''اتنی مہربانی کیوں؟'' وہ سینے پر بازو لپیٹتا ہوا اس کے سامنے کھڑا چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

مثال کی سانس سینے میں اٹکنے لگی۔

''تم نے مجھے سب کی نظروں میں گرنے سے بچایا ہے اذعان۔ تمہارے لئے تو میں جو بھی کروں' وہ کم

ہوگا۔''

''تو پھر انعام میں اپنے آپ کو کیوں نہیں رو دیتیں؟'' وہ چند ثانیوں تک اس کے تاثرات بغو دیکھنے کے بعد بولا تو وہ برافروختہ سی اسے دیکھنے لگی۔

''تم میں کیا خرابی ہے کہ میں تم سے شادی کروں؟''

اتنی دیر میں پہلی بار اذعان کے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''م...... میں...... میں اس مہربانی کے قابل نہیں ہوں اذعان۔ میں نے تم سب کو بہت ہرٹ کیا ہے۔''

وہ پھر سے رو دی تھی۔

اذعان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

''جو شخص اپنی غلطی پر شرم سار ہو اور اس کی تلا میں سچے دل سے معافی مانگ لے اسے تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے' میں تو پھر اس کا ایک گناہ گار بندہ ہوں۔''

مثال کے ہاتھ ایک دم ہی ٹھنڈے پڑ گئے۔ سچویشن تو اس کی سوچی ہوئی صورت حال سے بالکل الگ تھی۔ وہ اس قدر آسانی سے مان جائے گا' اسے انداز نہیں تھا اور پر سے اس قدر التفات......

وہ حواس باختہ ہونے لگی۔

''مگر میں خود کو تمہارے قابل نہیں سمجھتی۔'' اس نے اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا مگر وہ اس موڈ میں قطعی نہیں تھا۔

''دیکھو' یہ خدا کا بنایا ہوا جوڑا ہے' اور خدا کی بنائی ہوئی چیزوں میں ہم لوگوں کو عیب ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔''

''جی......'' وہ متعجب ہوئی۔ اتنا نرم اور متبسم لہجہ۔

''جی......'' وہ سر ہلا کر بولا۔ ''مون اور ہدیٰ اعلا کر کے گئی تھیں کہ شادی سے پہلے وہ تم سے اعتراف کروا کر رہیں گی محبت کا۔''

''نہیں۔'' اس کا چہرہ تپ اٹھا تھا۔
''ابھی تو تم اعتراف کر رہی تھیں' مجھ سے ہار جانے کا۔'' وہ یاد دلا رہا تھا۔ اس کے انداز مثال کو پچھتاوؤں کا شکار کرنے لگے۔
''تم کبھی یہ مت سمجھنا کہ احسن سے مجھے کوئی شدید دلی لگاؤ ہوگیا تھا۔ یہ محبت وغیرہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ مجھے بس اس کا انداز اور رکھ رکھاؤ متاثر کرتا تھا' جس کی وجہ سے......''
وہ اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے روک گیا تھا۔
''میں اب بالکل بھی پسند نہیں کروں گا کہ تم بار بار اس واقعے کو یاد کرو۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں' دوبارہ یہاں آنے اور تمہیں لے جانے کے لئے۔ تم نے جتنی بے وقوفیاں کرنی تھیں' کرلیں۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔ صرف اور صرف مجھ سے محبت کرنے کے لئے۔''
اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا۔
مثال سے پلکیں اٹھانا دوبھر ہونے لگا۔
اسے اب بہت اچھی طرح سمجھ آگئی تھی۔ واقعی جنہیں اخلاق و کردار کی بلندی پر پہنچنا ہو' ان کے لئے الف کی حقیقت کو جان لینا ہی کافی ہوتا ہے۔ ڈگریاں کسی کی اخلاقیات کی سند نہیں ہوتیں۔
اور یہ بات اسے اذعان نے سمجھائی تھی۔ اس کی ذہنی وسعت اور قلبی وسعت نے مثال پر اچھی طرح آشکار کر دیا تھا کہ کردار کی پختگی اور بہترین اخلاق میں صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ انسان کی کوشش اور تربیت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ اس تعلیم کے مطابق چلنا انسان کے کردار کی تکمیل کی ضمانت ہوتا ہے۔
''کچھ بات بنی یا نہیں؟''
ہدیٰ نے ایکدم سے دروازہ کھول کر اندر جھانکا' اس کے پیچھے مون بھی تھی۔
مثال نے گڑبڑا کر اپنا ہاتھ اذعان کی گرفت سے چھڑانا چاہا مگر وہ اس پر تیار نہیں تھا۔ اندر کی صورت حال نے ان دونوں کو خوش کر دیا۔
''ارے...... یہ ہاتھ کیوں تھام رکھا ہے' آپ نے؟'' مون کو سخت اعتراض ہوا تھا۔
''حفظ ماتقدم کے طور پر......'' اپنے رخسار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ معنی خیزی سے مسکرایا تو ان کی ہنسی پر مثال جھینپ کر رہ گئی۔
''اور وہ جو آپ نے اس سچویشن کے لئے گانا سیٹ کیا ہوا تھا۔'' ہدیٰ کو یاد آیا تو وہ ہنسنے لگا۔ پھر ہلکے سے گنگنا دیا۔

''میں اگر سامنے آ بھی جایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو
اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں
میں بھی تڑپا کروں تم بھی تڑپا کرو۔''

''اف......'' خجالت اور شرم کی لہر اسے سرخ کر گئی تھی۔
''اذعان......''
''واپسی پر خوش آمدید۔''
وہ قدرے جھک کر مسکرایا تھا۔
وہ تینوں اس پر فقرے کس رہے تھے۔ شوخیوں میں مگن تھے۔
اور وہ اب بالکل خوش اور مطمئن تھی۔ اس نے اذعان کے مسکراتے ہوئے مطمئن چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ اسے اچھی طرح علم ہوگیا تھا کہ فقط تعلیمی اداروں سے ملنے والی ڈگریاں انسانیت کی معراج نہیں ہوتیں۔ اس کے لئے ایک وسیع ذہن اور صاف ستھرے دل کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے جو کہ اذعان کے پاس یقیناً موجود تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اب زندگی کی شاہراہ بہت روشن اور صاف دکھائی دے رہی تھی۔

